اساتذہ کے لیے تحقیق کی روشنی

خوش خطی کی تدریس



تصنیف : فرینک ای۔ فری من

ترجمہ : محمد ظہور الحق فاروقی

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز

لاہور — پشاور — حیدر آباد — کراچی

اساتذہ کے لئے مشعل تحقیق کی روشنی

خوشخطی کی تدریس

تصنیف

فرینک این فری مین

ترجمہ

محمد ظہور الحق فاروقی - ڈبلیو - پی - ای - ایس

مدیر سلسلہ

ڈاکٹر ایس اے ایچ رضوی ایم اے ایم ای ڈی' ای ڈی ڈی (امریکہ)

مراجعت

مظہر انصاری دہلوی

ناشر

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز پبلشرز

لاہور پشاور حیدرآباد کراچی

This is an authorized Urdu translation of TEACHING HANDWRITING by Frank N. Freeman, number 4 of the series WHAT RESEARCH SAYS TO THE TEACHER prepared by the Department of Classroom Teachers of the National Education Association and The American Educational Research Association. Copyright. August 1954 National Education Association. Published by the National Education Association. Washington. D.C.. U.S.A.

طبع اوّل	۱۹۶۳ء
تعداد	دو ہزار ایک سو
طابع	شیخ نیاز احمد
مطبع	علمی پرنٹنگ پریس
قیمت فی جلد	۱۰۵۰

ناشر

شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور

بہ اشتراک

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن لاہور ـــــ نیویارک

خوشخطی کی تدریس

فہرس

عرض حال

اس کتابچے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ جماعتی اساتذہ کو خوشخطی کی تدریس سے متعلق ان اہم ترین سفارشات سے آگاہ کیا جائے جو اس موضوع پر تحقیق کا نچوڑ ہیں مگر یہ اس تحقیق کا مکمل خلاصہ نہیں ہے بلکہ اس کے قابلِ عمل مضمرات کا ایک مجمل سا بیان ہے۔ اس کتابچے میں جو امور بطور سفارشات درج کیے گئے ہیں۔ انھیں مصنف جناب فرینک این فری مین (یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، برکلے) کے نزدیک تحقیق کی ٹھوس تائید حاصل ہے۔ ان کے مشورے پر جناب ارنسٹ ہارن (اسٹیٹ یونیورسٹی آف آیوا) اور جناب جارج سی کائٹ (یونیورسٹی آف کیلیفورنیا برکلے) نے نظر ثانی کی ہے اور مصنف نے ان حضرات نیز "نی" کے شعبۂ تحقیق کے عملے کے مشوروں کے مطابق ترامیم کر دی ہیں۔

خوشخطی کی تدریس

خوشخطی ایک ہنر ہی نہیں ذریعہ اظہار نیز اظہار مطلب کا ایک وسیلہ بھی ہے۔ اس خصوصیت نے اسے ہنرمندی کے تمام کاموں میں ایک خاص اہمیت کا مالک بنا دیا ہے اور خوشخطی سیکھنے سکھانے کے طریقے اور قاعدے بھی اسی خصوصیت کے تابع ہیں۔ اگر موزوں طریقے اختیار کیے جائیں تو خوشخطی اظہار خیال کے لیے ایک آسان اور مفید ذریعہ بن جاتی ہے۔

خوش خطی کے مقاصد اور معیار

مدارس میں خوشخطی جن مقاصد کے حصول کے لیے سکھائی جاتی ہے وہ عام قسم کے ہوتے ہیں اور ان کا اطلاق ہر شخص پر ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہم اپنے لیے خوش خطی کے مقاصد اور معیار کا تعین اس خیال کی بنیاد پر کریں گے کہ لوگوں کی کثیر تعداد خوش خطی سے اپنی مجلسی زندگی اور پیشوں میں کام لیتی ہے۔ رہی پیشہ ورانہ خطاطی اس کی تربیت مدارس کے دائرۂ عمل سے باہر کی چیز ہے۔

اس سوال کا صحیح جواب کہ، خوشخطی سیکھنے کا مقصد کیا ہوتا ہے، خوشخطی سیکھنے کے نتائج سے ملتا ہے۔ اگر، لکھائی نفاستِ تحریر اور رفتار تحریر کے کسی خاص معیار پر پوری اترتی ہو، تو سمجھنا چاہیئے کہ سیکھنے والے کا مقصد حاصل ہو گیا۔ اس مقصد سے متعلق تفصیلی بحث آگے آئے گی۔ لیکن یہاں بھی اتنا بتا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ خوش خطی سیکھنے اور سکھانے کے مقصد کا محض ایک پہلو ہے۔ جماعتی اساتذہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ان کے شاگردوں نے کیا لکھا ہے یعنے وہ اس کی خوش خطی سیکھنے کی کوشش کے خارجی نتائج سے بھی باخبر رہتے ہیں۔

ایک اور پہلو، جو اتنی ہی اہمیت رکھتا ہے، خوش خطی کے اس عمل سے تعلق رکھتا ہے جو بچہ لکھائی کی ذہنی و جسمانی خصوصیات کی مدد سے انجام دیتا ہے۔ عمدہ لکھائی کی نمایاں خصوصیات، جیسے انداز نشست حیثیت، حرکت تحریر، اور صحت مند طریقے سے لکھنا) کے بیان میں کمیت کی بجائے کیفیت زیادہ موزوں رہے گی آگے چل کر ایک علیحدہ فصل میں ان عنوانات پر بحث کی جائے گی۔ اس لیے یہاں مزید ذکر غیر ضروری ہے۔

اس بارے میں کہ تحریر کی صفائی زیادہ اہم ہوتی ہے۔ یا رفتار تحریر، جماعتی اساتذہ اور خوش خطی کا کام معاوضے پر کروانے والوں میں اغلباً اتفاق رائے نہ ہو سکے گا۔ بعض لوگ تیز رفتاری

پر زور دیتے ہیں۔ جبکہ بعض دوسرے لوگ الفاظ کے واضح اور روشن ہونے (یعنے صفائی تحریر) کو لکھائی کی سب سے بڑی خوبی قرار دیتے ہیں۔ یہ امر کسی شبے سے بالا ہے کہ بعض کاموں میں اول الذکر زیادہ اہم ہوتی ہے۔ جبکہ بعض بعض دیگر کاموں میں موخر الذکر کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز تو یقیناً نہیں کیا جا سکتا۔

خوش خطی کی جانچ پرکھ کرتے ہیں ایک اور خوبی "حسنِ تحریر" کو بھی دیکھا جاتا ہے اور چونکہ صفائی تحریر اور رفتارِ تحریر کی طرح اس کی بھی کوئی معین شکل نہیں ہوتی اس لیے اس کا جانچ سکنا بھی آسان نہیں ہوتا۔ حسن تحریر کا تعلق طرز تحریر کی انفرادی خصوصیات سے ہوتا ہے۔ لکھائی کا یہ وصف پسند تو کیا جاتا ہے مگر اسے کسی معیار کے تحت لانے میں دقّت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی مشق کو اس شرط کے ساتھ جماعتی استاد کے ذوقِ سلیم پر چھوڑنا ہوگا کہ انفرادیت زائل نہ ہونے دی جائے البتہ اس انفرادیت کے باوجود الفاظ روشن اور واضح ہونے چاہئیں۔

وہ چیز کیا ہے جس سے تحریر میں کسی خاص معیار کی صفائی یا تیز رفتاری پیدا ہو جاتی ہے۔ لکھنے والے کے مدّنظر تو سب سے زیادہ یہی چیز ہوتی ہے کہ اس کی رفتار تیز رہے۔ لیکن صفائی تحریر ایک ایسا وصف ہے جس سے لکھنے والے اور پڑھنے والے دونوں

کو تعلق ہوتا ہے۔ لکھنے والا وقت بچانے کے لیے تیز رفتاری سے لکھتا ہے لیکن اسی کے نقطۂ نظر سے صفائی تحریر بھی ضروری ہوتی ہے۔ کیونکہ جو عبارت صاف اور روشن لکھی ہوئی ہو اس پر زیادہ اچھی طرح غور کیا جاتا ہے۔ پڑھنے والے کے لیے تحریر کا واضح اور روشن ہونا اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اسے جلد اور بآسانی پڑھ لیتا ہے۔

رفتار تحریر کے معیار یا پیمانے

رفتار کے معیار یا پیمانے زیادہ تر تحریر کے دو نمونوں کے موازنے کی بنیاد پر تشکیل دیے جاتے ہیں۔ ایسے گوناگوں حقیقی مواقع کا جن پر خوشخطی سے کام لیا جاتا ہے، اور (ہر موقع پر) رفتار تحریر کا تقاضا بھی ہوتا ہے، بآسانی مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا۔ (کم از کم ہم نے ایسا نہیں کیا ہے)، چنانچہ ہم نے تو مختلف مدارس اور درجوں میں تعلیم پانے والے افراد یا گروہوں کے فرقِ رفتار کا اندراج کر لیا ہے اور اس کا تخمیناً اوسط نکال لیا ہے اس اوسط کو مدارس اور درجوں میں اس سے بھی کمتر معیار کے بچوں کے لیے بطور نصب العین استعمال کیا جا سکتا ہے۔ البتہ ہم اسے الگ الگ بچوں کے لیے معیار قرار نہیں دے سکتے ماسوا اس کے کہ اس سے پست تر بچوں کے لیے ایک خفیف محرک کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

مختلف تحقیقاتوں سے درسگاہی جماعتوں کے بچوں کی رفتار ہائے تحریر کی، اسی اوسط سے ملتی ہوئی اوسطیں معلوم ہوئی ہیں۔ مندرجہ

ذیل اعداد و شمار ان اوسطوں کے تخمیناً اوسط کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو تحقیقاتی جائزوں سے معلوم ہوئے ہیں۔ رومن ہندسے درجے کو اور اردو ہندسے ہر درجے کی (حروف کی) فی ثانیہ رفتار تحریر کو ظاہر کرتے ہیں۔

درجہ	II	III	IV	V	VI	VII	VIII
رفتار	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۶۷	۷۴	۸۰

لکھائی کی رفتار میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ کسی فرد کی رفتارِ تحریر کسی خاص تربیت کے بغیر بھی، درسگاہی تقاضوں یا دفتری کاموں کے دباؤ سے، سو حروف فی ثانیہ تک بڑھ سکتی ہے۔

ایک ایسا بالغ شخص، جسے لکھنے کا کام خاصی وافر مقدار میں کرنا پڑتا ہو۔ اپنی رفتارِ تحریر ۱۳۰ حروف فی ثانیہ تک بھی بڑھا سکتا ہے بلکہ نفاست اور صفائی کے اوصاف کو نقصان پہنچائے بغیر اس میں مزید اضافہ کر سکتا ہے۔

نفاستِ تحریر کے معیار یا پیمانے

دورِ جدید سے قبل، جس میں تعلیم کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ تکمیلِ فن کے مثالی معیار کو نفاستِ تحریر کی تنہا مسلّمہ کسوٹی قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن جونہی پیمانوں کے مسئلے کو حقیقت پسندی کی روشنی میں دیکھنے کی نوبت آئی یہ بات واضح ہو گئی کہ نفاستِ تحریر کا یہ معیار قطعاً ناقابلِ حصول ہے۔ اس لیے بطور نصب العین چنداں کارآمد نہیں۔ جب ایک

ایسا طریقِ کار اختیار کیا گیا جو زیادہ قرینِ واقعیت تھا تو معیاروں یا پیمانوں کی یہ تین حقیقی بنیادی صورتیں مرکزِ غور وفکر بن گئیں (الف) بچوں (خصوصاً چھٹے یا آٹھویں درجے کے بچوں) کی لکھائی کی حقیقی نفاست کیونکہ ان درجوں میں خوش خطی کی باقاعدہ تدریس موقوف ہو چکی ہوتی ہے (ب) بالغ افراد کی ان تحریروں کی حقیقی لکھائی جو مجلسی خط وکتابت کی شکل میں یا گوناگوں پیشہ ورانہ سرگرمیوں سے متعلق ہوتی ہیں (ج) متعدد اور مختلف پیشوں سے متعلق ضروری تحریری کام کروانے والوں کی جانب سے ان تحریروں کی نفاست کے بارے میں ظاہر کی گئی ہے

ایک تحقیقاتی جائزے سے چھیالیس مختلف شہروں میں دوسرے درجے سے آٹھویں درجے تک کے طلبہ کے اوسط نمبر آئرز اسکیل کے مطابق۔

درجہ	II	III	IV	V	VI	VII	VIII
آئرز اسکیل کے مطابق	۳۹٫۶۷	۴۲	۴۵٫۰۸	۵۰٫۰۵	۵۴٫۰۵	۵۸٫۰۹	۶۲٫۰۸

یہ نمبر آئرز اسکیل کے معیاری نمبروں کے لگ بھگ ہیں۔ انھیں اس اوسط نفاست کا نمونہ سمجھا جا سکتا ہے جو طلبہ کی لکھائی میں خوشخطی کے لگے بندھے طریقۂ مشق سے پیدا ہوتی ہے۔

یہ اندازہ لگانے کی کوششیں بھی کی گئی ہیں کہ متعدد مختلف پیشوں کے بالغ افراد کی تحریر میں کتنی نفاست ہوتی ہے۔

نیز یہ پیشے کتنی نفاست تحریر کے متقاضی ہوتے ہیں۔ اس قسم کی سنجیدہ ترین تحقیق سے یہ منکشف ہوا ہے کہ مختلف پیشہ ورانہ گروہوں کی اوسط نفاستِ تحریر کو (اساتذۂ جامعات کے معاملے میں) ۸۴ نمبر سے لے کر حساب کتاب رکھنے اور خرید و فروخت کا کام کرنے والوں کے معاملے میں) ۸۰ نمبر تک جدا جدا مدارج کے نمبر دیے جا سکتے ہیں۔ جن پیشہ ور گروہوں نے ۴۲ نمبر لیے ان میں سے دس گنے آئرز اسکیل پر ۶۰ نمبر لینے والوں کی بہ نسبت زیادہ خوش خط لکھا اور ایک گروہ نے تو آئرز اسکیل پر ۷۰ نمبر لینے والوں سے بھی زیادہ نفیس لکھ کر دکھا دیا۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ مجلسی خطوط کی لکھائی کا کام کرنے والو نیز بیشتر پیشہ ور افراد کو، خوشخطی میں، ۶۰ نمبر اور ابتدائی مدارس کے اساتذہ نیز بیشتر کاروباری کارکنوں کو اس میں ۷۰ نمبر دیے جا سکتے ہیں۔

معیار کیا ہوتا ہے؟

بعض حضرات کے نزدیک معیار کا مطلب ہوتا ہے طالب علموں کی اس قسم کی اچھی کارکردگی جس کے بغیر انھیں اگلے درجے میں ترقی نہیں مل سکتی جبکہ بعض دیگر حضرات ایسی سخت شرائط کو مسترد کرتے ہوئے معیاروں ہی کو اڑا دینا چاہتے ہیں۔ کیا بچوں کے درمیان انفرادی فرق کی صورتِ حال کو درہم برہم کیے بغیر معیاروں یا پیمانوں کا کوئی مفید مصرف نہیں ہو سکتا؟ اگر معیار کو ایک اوسط کارکردگی

اور ایک بدرجۂ اقل پسند خاطر مطمع نظر تسلیم کر لیا جائے تو اس کا یہی مصرف پیدا کیا جا سکتا ہے۔

بہت سے لوگ درسگاہ کے معیار کو غلط معنے پہناتے ہیں کیونکہ وہ اس کو متعدد قسم کی مختلف ملازمتوں کے حصول کا معیار بھی سمجھ لیتے ہیں۔ کسی ملازمت کے کسی امیدوار سے کسی مقررہ معیار پر پورے اترنے کا مطالبہ اس بنا پر جائز ہوتا ہے کہ وہ معیار اس ملازمت کے فرائض کی صحیح بجا آوری کے لیے ضروری ہوا کرتا ہے اگر درخواست دہندہ اس معیار پر پورا نہ اترتا ہو۔ تو وہ کوئی اور ایسی ملازمت تلاش کر سکتا ہے۔ جس کا اہل ہو۔ لیکن اگر کسی درسگاہ کا کوئی طالب علم اس درسگاہ کے مقررہ معیار پر پورا نہ اترے تو اس کی راہ ترقی مسدود ہو جاتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی طالب علم زیادہ سے زیادہ کوشش کے باوجود اس معیار پر پورا نہ اترے تو صرف اس وجہ سے اس کی ترقی نہیں روک دینی چاہیئے۔ مقررہ معیار اس صورت میں بھی ایک سدِّ راہ سے زیادہ ایک نصب العین کا کام دے سکتا ہے۔

مستحسن اور کارگر تحریک

تحریک بنیادی طور پر اہم ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص کو خوشخطی سیکھنے کا بڑا زبردست شوق ہو اور اسے اس کام میں لطف بھی

آتا ہو تو خواہ وہ ادھورے طریقوں ہی سے کام لے، ترقی کر جائے گا اس کے برعکس اگر وہ اس کی طرف سے بے پروا ہو یا یہ فن سیکھنے کے خلاف ہو تو بہترین طریقے استعمال کرنے کے باوجود اسے خوش خطی نہیں آئے گی۔ کیونکہ وہ جو کچھ سیکھے گا اس پر خلوصِ نیت سے عمل نہیں کرے گا۔

اب صحیح قسم کے محرک کی اہمیت پر زور دینا تو آسان ہے۔ مگر یہ بتانا آسان نہیں کہ یہ کس طرح ہاتھ آتا ہے یا اسے کس طرح سچ مچ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ صورت سارے ہی بچوں کے ساتھ عین نہیں کہ ان میں اعلیٰ درجے کی یا کم از کم تسلی بخش، تحریک پیدا کی جا سکتی ہو۔

فطری اور مصنوعی محرکات

محرکات کو فطری اور مصنوعی دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (بعض لوگ ان کے لیے خارجی اور داخلی کی اصطلاحیں پسند کرتے ہیں) فطری محرکات بچے کے اپنے ماحول میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ مصنوعی محرکات جماعتی استاد یا والدین بچے کو کسی ایسے کام پر مائل کرنے کی خاص غرض سے پیدا کرتے ہیں۔ جس کی طرف اس کے از خود متوجہ ہونے کی توقع نہیں ہوتی۔

فطری محرکات مصنوعی محرکات سے بہتر ہوتے ہیں



جبر و تعدّی قدم بہ قدم

فطری محرکات اس لیے بہتر ہوتے ہیں کہ بچہ ان کی وجہ سے اکساہٹ محسوس کرکے جو کام کرتا ہے اسے صحیح اور مطابق حالات سمجھتا ہے مصنوعی محرکات عام طور پر اتنے موثر یا کارگر نہیں ہوتے کیونکہ بچہ سوچتا ہے کہ یہ کام فلاں شخص کی خواہش پر کر رہا ہے چنانچہ محض اسے خوش کرنے کے لیے کرتا ہے۔ اس کے برعکس فطری محرکات نسبتاً دیرپا ہوتے ہیں اور ان پر بچے کی محرکات پیدا کرنے والے شخص کو خوش کرنے کی خواہش وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

آیئے اس فرق کو دو ایسے معین محرکات کی مثال سے واضح کریں جو کسی بچے میں خوش خطی کا شوق پیدا کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے گرد و پیش کے لوگوں کی حرکتوں اور باتوں کی نقل کرنے کی خواہش ہے۔ بچہ جو کچھ ہوتا دیکھتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ رائے قائم کرتا ہے کہ بڑے یوں ہی کیا کرتے ہیں۔ خوش خطی بھی ان ہی میں شامل

ہے۔ چنانچہ بچہ جب مدرسے میں داخل ہوتا ہے تو خوش خطی سیکھنے کی خواہش پہلے سے اس کے دل میں موجود ہوتی ہے یہ (معاشرتی گروہ) جماعت کا ایک مستند اور معزز رکن بننے کی خواہش کا ایک جزو ہوتی ہے۔ بچہ پڑھنے لکھنے کو کوئی ایسی مجبوری نہیں سمجھتا جو کسی اور نے اس پر عائد کر دی ہو۔

اس کے برعکس خوش خط لکھنے کی اس مصنوعی تحریک کو لیجیے جس سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ تعلیمی ترقی کے کارڈ پر ایک اور ستارے کا نشان لگوایا جائے۔ بچہ جانتا ہے کہ یہ انعام جماعت کا استاد دیتا ہے یا مدرسہ۔ اگرچہ یہ صورت حال کسی اصول یا قاعدے کی پابند نہیں تاہم اگر بچہ استاد کا گرویدہ ہو تو پڑھنے کی تحریک قوی ہوگی۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو یہ تحریک کمزور بلکہ بے اثر بھی ہوگی۔ پھر اس میں "مقابلے کے جذبے" کا بہت بڑا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔ کیونکہ اغلب یہی ہوتا ہے کہ لائق طلبہ کمزور طلبہ سے زیادہ ستارے حاصل کریں گے۔ کمزور شاگرد میں، جو کبھی کوئی ستارہ جیتے گا ہی نہیں، پڑھنے لکھنے کا ولولہ کبھی پیدا ہی نہ ہوگا۔ اس سے یہ مطلب نہیں نکالنا چاہیئے کہ مصنوعی محرکات کبھی استعمال ہی نہ کیے جائیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ فطری محرکات میں اتنی زیادہ پابندیاں نہیں ہوتیں جتنی مصنوعی محرکات میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ فطری محرکات پر زیادہ سے زیادہ زور دینا چاہیئے۔

متعدد محرکات اصل میں تو فطری ہی ہوتے ہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ کسی خاص بچے میں اس وقت تک پیدا نہ ہوں جب تک حالات سازگار نہ ہوں یا جماعتی استاد کوشش کر کے انھیں سازگار نہ بنائے۔ ان میں سے ایک محرک سبقت لے جانے یعنے کوئی ایسا کام کرنے کی خواہش ہوتی ہے جسے سب اعلیٰ پائے کا کارنامہ تسلیم کریں۔ اس قسم کی کارگزاری کے اعتراف میں (مذکورہ بالا ستارے جیسا) کوئی امتیازی نشان بھی مل سکتا ہے۔ لیکن اس میں بوئے تصنّع آتی ہے جب کہ دوسروں کی جانب سے اعتراف برتری اور خود اپنی جگہ پر برتری کا احساس کرنے سے حقیقی اور مستقل اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے اپنی مہارت پر فخر کا جذبہ بیدار ہوتا ہے خواہش سبقت ہی سے ملتا جلتا وہ قوی محرک بھی ہوتا ہے۔ جو بچے میں اپنی ترقی کے احساس سے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں وہ عام ترقّی میں شامل ہوتی ہے جو امتحانی نمبروں سے ناپی جاتی ہے لیکن بچے کی خاص توجہ کا مرکز اپنی وہی ترقی ہوتی ہے۔ جو اس نے اپنی مخصوص خامیاں دور کر کے حاصل کی ہوتی ہے۔ جیسے بعض خاص خاص حرف ٹیڑھے سیدھے بنانا۔

جذبہ مقابلہ ایک محرک کی حیثیت میں:

آج کل یہ مسئلہ موضوعِ بحث بنا ہوا ہے کہ جذبۂ مقابلہ بحیثیت محرک کتنی قدر و قیمت رکھتا ہے۔ مدارس میں کم از کم نظریاتی طور پر اس

محرک کی بڑی مٹی پلید کی جاتی ہے۔ بعض اساتذہ تو اسے کلیتہً بُرا بتاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بقول، اس سے طلبہ میں کسی کام کو فی نفسہٖ مفید سمجھ کر کرنے کی بجائے صرف دوسروں کے مقابلے میں اسے بڑھ چڑھ کر انجام دینے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ لیکن بعض دیگر اساتذہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ جذبہ مسابقت و مقابلہ ہمارے معاشرے کی ایک خصوصیت ہے۔ چنانچہ مدرسے کی چہار دیواری کے اندر اس کی ہمت افزائی کرنا بچے کو، مدرسے سے باہر نکلنے کے بعد، میدانِ زندگی میں مقابلۂ حالات کے لیے تیار کرنے کے مترادف ہے۔

مقابلہ، غالباً، نہ اتنا بُرا ہے جتنا اس کے مخالفین باور کرانا چاہتے ہیں، نہ اتنا مسعود و مبارک جتنا اس کے حامی ظاہر کرتے ہیں اگر یہ اعتدال کی حد تک رہے تو نہ بچے کو نقصان پہنچاتا ہے نہ دوسرے۔ (شاید زیادہ قابلِ قدر) محرکات کی نفی کرتا ہے۔ بعض بچے جو دوسرے محرکات سے ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مقابلے پر اکسائے جانے سے پڑھنے لکھنے پر آمادہ کیے جا سکتے ہیں۔ تاہم دانش مندی اسی میں ہے کہ کوئی کام اس لیے پوری طرح انجام دینے کی قدر و قیمت کو مقدم اہمیت دینے کی تلقین کی جائے کہ اس سے ہم مجلسی فرائض ادا کرنے کے قابل بنتے ہیں، نیز وہ کام بجائے خود بھی مفید ہے اور اچھی طرح انجام دیے جانے ہی کا مستحق ہے۔ مقابلہ اگر اعتدال کے

ساتھ کیا جائے تو، دوسرے معاشرتی محرکات کو تقویت پہنچاتا ہے۔

ایسے محرکات جو بچے کو اچھا لکھنا سیکھنے کی ترغیب دیں متعدد اور گوناگوں ہیں اور جماعتی استاد کو ہر بچے کے لیے مناسبِ حال محرک استعمال کرنا چاہیئے۔ عام طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ مصنوعی محرکات فطری محرکات کی معاونت کریں، ان کی جگہ نہ لے لیں۔

خوشخطی میں معانی کیا کام کرتے ہیں ؟

خوش خطی کا بنیادی مصرف اظہارِ مطلب ہے۔ عام حالات میں کوئی شخص حروف اس لیے نہیں بناتا کہ لوگ ان کی بطورِ حروف داد دیں۔ خوش خطی کی ایک خصوصی مہارت طلب شاخ خطاطی کا یہی مقصد ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لیے طویل اور مختصر طلب تربیت درکار ہوتی ہے اور محضر نامے وغیرہ لکھنے میں کام آتی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ خطّاط کو زیرِ تحریر دستاویز کے معانی و مطالب سے کوئی تعلق نہ ہو۔

تحریر اور اس کے معانی کے درمیان جو عمیق ربط ہوتا اس کا عمل تحریر پر بہت اثر پڑتا ہے۔ معانی اور جسمانی حرکت ساتھ ساتھ نہیں چلا کرتے۔ لیکن ان کا اتحاد تحریر کو محض معانی یا محض حرکت سے مختلف چیز بنا دیتا ہے۔ وہ بیماری جسے انقباضِ تحریر" کہتے ہیں۔

اس وقت پیدا نہیں ہوا کرتی جب کوئی شخص محض حروف بنانے کے لیے قلم چلا رہا ہو بلکہ یہ اس حالت میں ظہور پذیر ہوتی ہے جب کوئی شخص تحریر کو اظہارِ معنی کا ذریعہ بنا رہا ہو۔ ایک خاص قسم کی بیماری ہوتی ہے جس میں انسان ورم یا انجماد خون یا کسی دماغی چوٹ کی وجہ سے تحریر کے ذریعے اظہار مطلب کی قوت سے محروم ہو جاتا ہے لیکن اس کی قلم چلا کر حروف بنانے کی طاقت پھر بھی باقی رہ سکتی ہے۔ غرض معانی لکھائی کے عمل کا جزوِ لاینفک ہوتے ہیں۔

ایک ڈیڑھ نسل قبل عام رواج یہ تھا کہ جب تک بچہ خوب اچھی طرح لکھنا نہ سیکھ جاتا تھا اسے حروف بنانے اور الفاظ کے جوڑ ملانے تک رکھتے تھے اور ان کے معانی نہ بتاتے تھے۔ جب وہ حروف خاصی صحت کے ساتھ بنانے لگتا تھا۔ اس کے بعد الفاظ اور فقرے لکھنا اور ساتھ ساتھ ان کے معانی سوچنا سکھاتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگوں نے اسی طریقے سے لکھنا سیکھا۔ اور آخر میں لکھائی کے ذریعے معانی و مطالب بھی ادا کرنے لگے۔ لیکن اس طریقے کے بعض ناخوشگوار نتائج کی وجہ سے مختلف طریقہ اختیار کرنا پڑ گیا۔

پرانے طریقے میں دو بڑے نقائص ہیں۔ پہلا یہ کہ اس سے بچے میں بھرپور طریقے سے لکھائی کرنے کی خواہش اس وقت تک موجزن نہیں ہوتی۔ جب تک وہ ایسی تربیت کے ایک طویل دور

سے نہیں گزر لیتا جو اس کے نزدیک چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔

اس کا دوسرا سنگین نقص یہ ہے کہ بچے کے تجربے میں لکھائی کا عمل اور اظہار معانی ایک دوسرے سے جدا جدا رہتے ہیں اور جتنی تکمیل کے ساتھ باہم آمیز ہونے چاہئیں۔ اتنے نہیں ہوتے۔ جس کسی نے اس طریقے سے لکھائی سیکھے ہوئے بچوں کا لکھائی کا امتحان لیا ہوگا اس سے طلبہ نے یہ ضرور دریافت کیا ہوگا کہ ہم عام طریقے سے لکھیں یا اس خاص طریقے سے جس سے ہمیں خوش خطی سکھائی گئی ہے۔ اس سوال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دریافت کنندگان کے ذہنوں میں لکھائی کے ایک متحد عمل ہونے کا تصوّر قائم نہیں ہوا بلکہ ان کے نزدیک اس کے دو الگ الگ عمل ہیں جس مذکورہ خاص طریقے سے انھیں خوش خطی سکھائی گئی وہ ایک قسم کا فن ہے۔ جس کا کمال اشارا پانے پر دکھا دیا جاتا ہے جبکہ بچوں کی اپنی مخصوص روشِ تحریر اظہار مطلب کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ دونوں بلحاظ طرز و نفاست بالکل مختلف ہیں۔ چنانچہ ان دونوں کو سیکھنے میں بچے کو اپنی پڑی رہتی ہے۔

یہ دونوں نقائص دور کر کے ایک فطری اور کارگر طریقہ خوشخطی دریافت کر لیا گیا ہے۔ اس کے مطابق بچے کو ابتدا (یا کم از کم چند ابتدائی مشقوں کے بعد) سے ہی تدریس خوشخطی کے ساتھ ساتھ زیرِ تحریر الفاظ کے معانی بھی بتائے جاتے ہیں۔ وہ ابتدا ہی سے جدا گانہ حروف یا بے معنی مشقوں کی بجائے الفاظ لکھتا ہے۔ پھر بہت جلد

چھوٹے چھوٹے فقرے لکھنے اور "اپنی کہانی" بنانے لگتا ہے اور اس کام پر دسترس حاصل کرنے کے لیے سادہ حروف (مسودہ) اور سیدھے سادے اوزار (تختۂ سیاہ اور لمبی پنسلیں) استعمال کرتا ہے۔ ابتدا میں اس کی لکھائی بھدّی ہوتی ہے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ہی صحیح شکل اختیار کرتی ہے۔ اسے معین حروف لکھنے میں یقیناً دست گیری کی احتیاج ہو گی۔ لیکن اس کی لکھنے کی زبردست خواہش برقرار رہے گی اور تحریر کے حسن اور پختگی میں مسلسل اضافے کی محرک بنتی رہے گی۔

باقاعدہ مشق اور اتفاقیہ سیکھنے میں کیا فرق ہوتا ہے؟

یہ خیال ایک عرصے سے پیش کیا جا رہا ہے کہ حساب، ہجوں اور خوش خطی جیسے مضامین ہیں، جن میں آلات استعمال کیے جاتے ہیں، کسی خاص مشق کے بغیر مہارت پیدا کی جا سکتی ہے۔ اور اس خیال کو مختلف اوقات میں مختلف ناموں سے عملی شکل دی جاتی رہی ہے۔ لیکن بنیادی تصور ہر حال میں ایک ہی رہا ہے۔ ایک زمانے میں اسے "اتفاقی طریق" کہتے تھے۔ پھر "منصوبے کا طریق" کہنے لگے۔ ایک اور وقت میں اس کا نام "حرکت عمل" بھی رہا ہے۔ یہ سب طریقے کسی طرح بھی ایک دوسرے کے مماثل نہیں ہیں۔ صرف اس نظریے کی رُو سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں کہ ایک عملی کام انجام دینے کی مطلوبہ مہارت اس کام کو اس کے فطری ماحول یا حالات میں انجام دیتے

رہنے سے پیدا ہوجاتی ہے۔ چنانچہ باقاعدہ مشق کی غرض سے اس کے عناصر یا مراحل کو الگ الگ نہیں کرنا چاہیئے۔

مدرسے کی سرگرمیوں میں بھی، فنی مہارت حاصل کرنے کیلیے کسی قدر باقاعدہ مشق لازم ہوتی ہے۔ خوش خطی میں باقاعدہ مشق کے ذریعے دو ایسے اصولوں سے کام لینا ممکن ہے۔ جو عام استعمال کی لکھائی میں کارفرما نہیں ہوتے۔ یہ دو اصول ہیں: "پسند" اور "اعادہ"

آیئے پہلے "پسند" پر غور کریں۔ کوئی ایسی لکھائی جو کوئی عملی ضرورت پوری کرنے کے لیے لکھی جاتی ہے، اس میں استعمال ہونے والے الفاظ اس لیے پسند کیے جاتے ہیں کہ ان سے اس خیال کا اظہار ہوتا ہے جو لکھنے والا ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ کسی لفظ کو اس کے ہجے نہ جاننے کی وجہ سے استعمال نہ کرکے اس کا بدل تلاش کرے۔ لیکن عام طور سے لکھنے والے کو مشقِ تحریر بڑھانے سے زیادہ مطلب ادا کرنے کی فکر ہوا کرتی ہے اس کے برعکس اگر الفاظ مہارتِ تحریر بڑھانے کی غرض سے پسند کیے جارہے ہوں تو ایسے الفاظ اور حروف لیے جائیں گے۔ جن کی مدد سے لکھائی کے اگلے مرحلے عبور کیے جاسکیں۔ پہلے آسان الفاظ کی مشق کی جائے گی۔ پھر مشکل الفاظ کی۔ اور ایک وقت میں ایک ہی مشکل پر عبور حاصل کیا جائے گا۔ تقویت کے لیے چند مناسب مشقوں کا اضافہ کرلیا جائے گا۔

دوسرا اصول "اعادہ" بھی پہلے اصول سے متعلق ہے بچہ جب کسی عملی مقصد کی تکمیل کے لیے لکھتا ہے تو اسے ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جو مشق کی ضرورت محسوس کراتی ہیں۔ مفید قسم کی مشق کی ایک لازمی خصوصیت یہ ہونی چاہیئے کہ اس کے ذریعے کارکردگی کا کوئی متعین عنصر اعادے کے مجموعی فائدے سے استفادے کے لیے بار بار دہرایا جائے۔ اس سے اگلے اعادے سے قبل ایک مرتبہ کی کارکردگی کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ ایسے نتائج منصوبے کے تحت کی گئی مشقوں سے ہی برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے مشق پر جو وقت صرف کیا جاتا ہے۔ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے مشق میں باقاعدگی ضروری ہوتی ہے۔

مگر باقاعدہ مشق کی ضرورت کے جواز میں اس دلیل کا یہ مطلب نہیں کہ بچے کا لکھائی کا سارا کام اسی قسم کی مشق پر مشتمل ہونا چاہیئے یا کسی مناسب آغاز کے بغیر ہی مشق کا سلسلہ جاری کر دیا جائے۔ ہم معانی سے متعلق باب میں بیان کر آئے ہیں کہ ابتدا ہی سے بچے کو جو الفاظ لکھوائے جائیں۔ ان کے معنے بھی بتائے جائیں تاکہ تحریر، کاغذ تک ہی نہ رہے اور اس حالت میں بھی، جب وہ کسی خاص مشق کے لیے کوئی لفظ یا حرف چن رہا ہو، اسے ایک بامعنی مکمل تحریر کا ایک جزو سمجھے۔

اس غرض کی تکمیل کے لیے جس معین جزو تحریر کی مشق مقصود ہو

اسے مشق سے قبل مکمل مفہوم کی عبارت سمیت لکھ کر بچے کو دکھانا چاہئے یہ کسی چیز کے نام کا لیبل ہو سکتا ہے یا یہ کوئی سادہ بھی نفرہ ہو سکتا ہے جو کسی عبارت میں ایسے موقعے پر لایا گیا ہو کہ اس کا مطلب واضح ہو گیا ہو۔ لفظ یا جملے میں ایسے عناصر یقیناً ہوں گے جن کی خاص مشق نہیں کی گئی ہو گی۔ لیکن اس میں ایسے عناصر بھی ہوں گے۔ جن کی خاص مشق کی فوری ضرورت ہو گی۔ دوسرے عناصر کی خاص مشق اس وقت کروائی جائے گی۔ جب منصوبے میں ان کی باری آئیگی۔

بچّے کے بڑے ہونے اور نشوونما پانے کا اثر

والدین اور اساتذہ اس حقیقت سے باخبر نہیں ہوا کرتے۔ لیکن یہ بات معمولی سے محتاط مشاہدے سے معلوم کی جا سکتی ہے کہ کم عمر کے بچّوں کی حرکات وسکنات بڑی عمر کے بچوں یا بالغوں کے مقابلے میں بھونڈی ہوتی ہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ اس قول کو ردّوکد کا ہدف بنانے لگیں۔ لیکن سائنسی پیمائشوں سے اس امر کی بار بار تصدیق ہو چکی ہے کہ کم عمر کے بچوں کے حرکات وسکنات میں ثابت قدمی، درستی اور تیزی، کم مقدار میں ہوتی ہے۔ مختلف عمروں کے لوگوں کی اس قسم کی حرکات کی جانچ کی جائے جو خاص طور سے سکھائی یا بتائی نہ گئی ہوں۔ تو یہی بات معلوم ہو گی۔

علاوہ ازیں بالغ شخص نے بہت سے مہارت طلب کام سیکھ

رکھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ بڑی عمر کے آدمی کو بچے کے مقابلے میں یوں سہولت رہتی ہے کہ ایک تو اسے اپنی حرکات پر نسبتاً زیادہ قابو ہوتا ہے چنانچہ اسے ہر بات سیکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ دوسرے وہ بہت سے سیکھنے کے کام پہلے ہی سیکھ چکا ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ بات یاد رکھیں تو چھوٹے بچے کے ساتھ زیادہ تحمل سے پیش آنے لگیں گے۔ اور اس کی طفلانہ حرکتوں پر چیں بجبیں نہیں ہوں گے، نیز ہمیں بار بار یہ خیال کر کے اس پر غصہ نہیں آئے گا کہ سستی یا ضد کر رہا ہے۔

حرکات تحریر پر بچے کا پورا قابو نہ ہونے سے ایک اور سبق یہ سیکھا جا سکتا ہے کہ ابتدا میں آسان کام اور پھر آہستہ آہستہ مشکل کام دینا چاہیئے۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا سب نے اعتراف کر لیا ہے۔ کچھ ہی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ پہلی جماعت کے بچے سے لوہے کے مہین قلم سے روشنائی سے جبراً لکھوایا جاتا تھا اور ساتھ ہی یہ پابندی بھی تھی کہ بڑی عمر کے لوگوں جتنے بڑے بڑے حروف بناتے ہیں، پھر طویل مشقیں بھی کرنی پڑتی تھیں۔ جن میں سے پورے ہاتھ پر زور پڑھتا تھا۔ اب وہ دور گزر چکا ہے اور امید کرنی چاہیئے کہ آئندہ کبھی نہیں آئے گا۔

زبان، شوق، اور علم میں ترقی!

خوش خطی کی جدید تدریس میں شروع سے اظہار معنی کو لکھائی

کا ایک ضروری جزو سمجھا جاتا ہے۔ حروف اور الفاظ کی بناوٹ میں اصلاح کے علاوہ صحیح اندازِ نشست مناسب حیثیت اور موزوں حرکت کی بھی طویل مشق کرائی جاتی ہے۔ تاہم لکھائی کے ساتھ کسی قابل لحاظ وقفے تک ایسا سلوک نہیں کیا جاتا جیسے یہ محض کاغذ پر بے معنی شکلیں بنانا ہے۔ ہمیں بحیثیت اساتذہ اس بات کا پورا خیال رکھنا چاہیئے کہ لکھتے وقت بچے کے ذہن میں کسی لفظ یا جملے کے جو معانی ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے وہ ایسے ہوں جن کا وہ بلا دقّت اظہار بھی کر سکے۔ بچے کو اس قابل بنانے کے دو طریقے ہیں۔

اوّل، اس کی ایسی باتیں لکھنے کے معاملے میں ہمت افزائی کی جائے جو وہ خود ادا کرنی چاہتا ہو اور ان کے اظہار پر قادر بھی ہو شاید وہ اپنے کسی دوست کو خط لکھنا، یا کوئی دعوت نامہ بھیجنا یا اپنا کوئی تجربہ بیان کرنا چاہے۔ لیکن معانی کا مسئلہ سلجھانے میں بچوں کی بے ساختہ تحریروں سے متعلق ایک اور مسئلہ بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے، یعنی بچہ جو کچھ ادا کرنا چاہتا ہو اسے لکھنے کی فنی مشکلات۔ بعض الفاظ بچے کو بولنے آتے ہوں گے۔ مگر لکھنے نہ آتے ہوں گے۔ علاوہ ازیں یہ ایک مستحسن اقدام ہوگا اگر بچہ جن الفاظ کی مشق کرے ان کو اس طریقے سے ترتیب دیا جائے کہ مشکلات درجہ بدرجہ آئیں اور ایک وقت میں ایک ہی مشکل درپیش ہو۔ اس کے لیے مشقی الفاظ چننے ہوں گے، یہ نہیں کہ جو لفظ اتفاقاً مل گیا اسے رکھ لیا۔

دوسرے، اسی بات کا یقین کرنے کے لیے کہ بچہ وہی معانی بیان کر رہا ہے جو اس کی سمجھ میں آ گئے ہیں، ہمیں ایسے مشقی الفاظ چننے چاہئیں جو اپنے معانی کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ مشقوں ضرورتوں کے لیے بھی موزوں ہوں۔ جماعتی استاد کے لیے یہ کام مشکل نہ ہوگا۔ ایسے الفاظ کا ذخیرہ، جو بچہ لکھنا چاہتا ہوگا، بہت وافر ہوگا۔ چنانچہ ایسے الفاظ چنے جا سکیں گے۔ جن سے مندرجہ ذیل دونوں مقاصد پورے ہو جائیں۔

اول یہ کہ تحریر میں مشکل الفاظ درجہ بدرجہ آئیں اور مشکلات کسی منظم طریقے سے سامنے لائی جائیں۔ دوم یہ کہ الفاظ ایسے ہوں جنہیں کہانیوں کے کسی سلسلے میں مربوط کیا جا سکے۔ یا فقروں کو مناسب معانی دینے کے لیے موضوعات میں ڈھالا جا سکے اور اس طرح الگ الگ الفاظ کے معانی کو وسعت دی جا سکے۔ اگر بچے ہی کے لکھے ہوئے مضامین کو مشق کی بنیاد بنایا جائے تو خاص مشق کے لیے ایسے الفاظ اور حروف چنے جا سکتے ہیں۔ جو آسان سے مشکل کی طرف بتدریج چلیں۔

حرکتِ تحریر کے اہم پہلو

لکھتے میں ہاتھ کو جو حرکت ہوتی ہے اس میں سائنسی اور وسیع تر عملی دلچسپی نسبتاً جدید زمانے کی بات ہے۔ اب سے تقریباً پچاس سال

پہلے ماہرین ترکیبِ اجسام نیز ماہرین نفسیات نے اس حرکت کا تجزیہ اور اندراج نتائج شروع کیا تھا جو لکھتے ہیں انسانی اعضا سے سرزد ہوتی ہے۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد جماعتی اساتذہ نے ان حرکتوں کی طرف توجہ کی جو ان کے شاگرد حروف اور الفاظ لکھنے وقت کرتے تھے۔

حرکتِ تحریر پیچیدہ ہوتی ہے۔

سائنسی جائزوں کے ذریعے تحریر سے متعلق کسی ایک حرکت کو کسی دوسری حرکت پر فوقیت دینے کی بجائے فی نفسہٖ حرکت کی تشریح کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم ان سے کسی حد تک یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ لکھتے میں ہاتھ کو صحیح قسم کی جو حرکت ہوتی ہے۔ اس کی خصوصیات کیا ہیں۔ مثلاً ایک بات تو یہی معلوم ہوئی ہے کہ حرکتِ تحریر پیچیدہ ہوتی ہے گو ہم عام طور سے یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ایک سیدھی سی چیز ہے۔ مثال کے طور پر جب ہم کوئی حرف یا لفظ لکھتے ہیں تو انگلیوں کا قلم پر اور نوک قلم کا کاغذ پر جو دباؤ پڑتا رہتا ہے اس میں مسلسل فرق آتا رہتا ہے۔ یا تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ دو باتیں اور بھی معلوم ہوئی ہیں جو قابلِ غور ہیں۔ ایک یہ کہ جو تبدیلیاں مسلسل ہوتی رہتی ہیں۔ یہ انتہائی دقیق اور پیچیدہ ہوتی ہیں، دوسری یہ کہ دباؤ لکھے جانے والے حروف کی رعایت سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اگر یہ دباؤ ضرورت سے کم ہو یا بروقت نہ ڈالا جائے تو حرکت غلط ہو جانے کی وجہ سے

حرف بگڑ جاتا ہے۔ طالب علم کو دباؤ کی تبدیلیوں کے یہ پیچیدہ طریقے سیکھنے پڑتے ہیں تاکہ حرف صحیح بنیں۔ اسے یہ تبدیلیاں "حرکی احساس" کے ذریعے معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ شعور کہ کب کتنا دباؤ ڈالنا چاہیئے، طویل مشق سے پیدا کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بہت سی باقاعدہ مشق ضروری ہوتی ہے۔ یہی بات حرکتِ تحریر کی رفتار کی ان تبدیلیوں پر بھی صادق آتی ہے جو کوئی حرف یا لفظ لکھتے ہیں ہوا کرتی ہیں۔ اگر اوسط درجے کا فہم رکھنے والے کسی شخص سے یہ سوال کیا جائے کہ حروف بناتے وقت قلم کی رفتارِ حرکت کیا ہوتی ہے تو پہلے تو وہ یہی نہیں سمجھے گا کہ اس سوال کا مطلب کیا ہے۔ پھر اگر اس سے یہ پوچھا جائے کہ آیا قلم کوئی لفظ بناتے ہیں یکساں رفتار سے چلتا ہے یا اس کی رفتار میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے تو وہ یہی جواب دے گا کہ یکساں رفتار سے چلتا ہے۔ اسی طرح وہ اغلباً یہ کہے گا کہ پڑھتے وقت آنکھ سطر پر یکساں رفتار سے دوڑتی ہے۔ لیکن اصل میں قلم تیزی یا آہستگی سے دوائر بناتے اور جوڑ ملاتے وقت کبھی تیز چلتا ہے۔ کبھی آہستہ چلتا ہے اور کبھی رک بھی جاتا ہے۔ دباؤ کی کمی بیشی کی طرح رفتار کی تبدیلیاں بھی بہت حد تک حروف کی اشکال کے مطابق ہوتی ہیں۔ ان باریک تبدیلیوں کے گُر کافی طویل مشق سے ازبر کیے جاتے ہیں۔ تب کہیں صحیح حروف لکھنے آتے ہیں۔ لکھائی کی مشق کرنے والے کو یہ تبدیلیاں اپنے جسم کے پٹھوں اور جوڑوں تک میں محسوس ہوتی ہیں۔ گو وہ ان کے بارے

ہیں سوچتا ہے۔

زیر و بم رفتار کی تبدیلیوں کا ایک خصوصی پہلو ہے۔ یہ ہلنے دیکھنے یا سننے کا احساس ہوتا ہے۔ جس میں وقت کا احساس بھی شامل ہو لکھائی میں یہ احساس جدید موسیقی کی طرح پیچیدہ ہوتا ہے۔

حرکت تحریر کی ہئیت ترکیبی

حرکت تحریر کے ایک دوسرے نمایاں پہلو کو ہم حرکت کی ہئیتِ ترکیبی کہہ سکتے ہیں۔ یہ انگلیوں کی حرکات پر مشتمل ہوتی ہے؟ یا بازو کی حرکات پر؟ یا انگلیوں اور بازو دونوں کی حرکات پر؟ چونکہ جسم کے ان حصّوں میں سے ہر حصّہ اپنی الگ اہمیت رکھتا ہے اور مختلف اہل رائے نے اس اہمیّت پر اپنے اپنے انداز سے زور دیا ہے۔ اس لیے ہمیں متضاد دعووں اور طریقہائے کار کے سلسلے میں حکم بننا پڑے گا۔ بعض اہل رائے نے حرکتِ بازو کی، جبکہ، بعض نے ملی جلی حرکت کی، وکالت کی ہے اور بعض نے حرکتِ تحریر کے بارے میں کچھ کہا ہی نہیں جس سے طالب علم کو انگلیوں کی حرکتوں کے ذریعے حروف بنانے کی ترغیب ہوتی ہے۔

یہاں ہمیں مشاہدے سے مدد ملتی ہے جس کی تائید تجرباتی جائزوں سے ہوتی ہے۔

پہلا مشاہدہ یہ ہے کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ابتدائی تعلیم کے پورے وقفے کے دوران تربیت دی جانے کے باوجود تنہا بازو کی

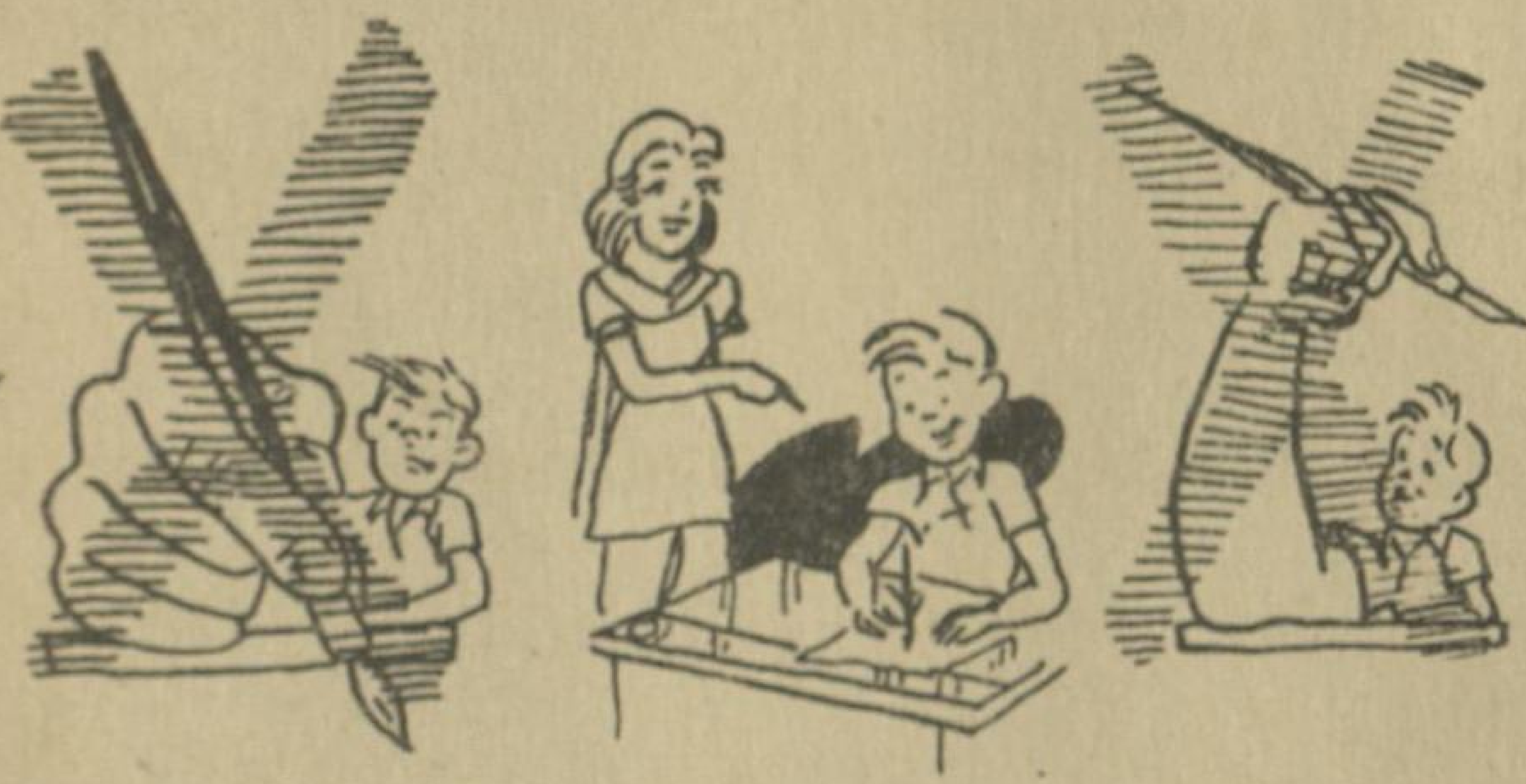
حرکت میں مہارت پیدا کرتے ہوں۔ جب ہم مدارج کے لحاظ سے اوپر کی طرف چلتے ہیں تو لوگوں کی نسبتاً زیادہ تعداد کسی حد تک اس معیارِ حرکت کے قریب پہنچتی ہے۔ لیکن بہت سے پھر بھی نابلد ہوتے ہیں۔

ایک اور مشاہدہ یہ ہے کہ تنہا بازو کی حرکت انتہائی سازگار حالات کے علاوہ مشکل سے کی جاتی ہے۔ جیسے ایک بڑی ساری ایسی میز کے آگے بیٹھ کر لکھنا جس پر دونوں بازو آرام سے بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ اور کاغذ بھی جسم کے بالکل سامنے ہو۔ تیسرا مشاہدہ یہ ہے کہ اگر لکھنے والا اوسط درجے کی قابلیت رکھتا ہو تو ملی جلی حرکت تحریر سے بھی اتنے ہی عمدہ نتائج حاصل ہو جاتے ہیں۔ جتنے تنہا بازو کی حرکت سے۔

اب انگلیوں کی حرکت کو لیجیے جس کے دوران ہاتھ ایک جانب جھکا ہوتا ہے اور ایک خاص جگہ پہ ہوتا ہے اور وہیں جما رہتا ہے۔ گو دائیں جانب کو لڑھک سا جاتا ہے، جبکہ انگلیاں بلا امداد حروف بناتی رہتی ہے۔ اگر طالب علم کو استاد کی طرف سے حرکتِ تحریر کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے تو یہ عادت یقیناً پختہ ہو جائے گی۔ انگلیوں والی حرکت کا نتیجہ ویسے تو ہر شخص دیکھ سکتا ہے لیکن سائنسی جائزے کے ذریعے بھی اس کا تجربہ کر کے دکھا دیا گیا ہے۔ لکھائی ہموار نہیں ہوتی حروف بھدے بنتے ہیں۔ ہاتھ پھرتی سے نہیں چلتا، مزید برآں ہاتھ

اور انگلیاں اینٹھ جاتی ہیں۔

فطری محرکات مصنوعی محرکات سے بہتر ہوتے ہیں



چونکہ تنہا بازو کی حرکت عملاً ناممکن ہے اور انگلیوں کی حرکت ناکافی رہتی ہے۔ اس لیے تدریس خوشخطی کے بڑے بڑے ماہروں نے تیس سال قبل یا اس سے بھی پہلے ملی جلی حرکت کی طرف توجہ کی۔ اس قسم کی حرکت کے دوران ہاتھ ایک طرف ڈھلکا ہؤا نہیں۔ بلکہ آدھا جھکا ہؤا ہوتا ہے اور پہلو پر نہیں بلکہ ہاتھ کی تیسری اور چوتھی انگلی پر ٹکا ہوتا ہے اور کسی ایک جگہ پر جما ہوا نہیں ہوتا بلکہ حروف بنتے میں صفحے پر پھسلتا رہتا ہے۔ حروف کی تشکیل میں بازو اور ہاتھ کا حصّہ ہو سکتا ہے۔ انگلیاں ڈھیلی حالت میں حروف کو مکمل کرتے ہیں قلم کو نرمی سے تھامے ہوتی ہیں۔ یہ حرکت آسان و قابلِ عمل ہوتی ہے۔ اس میں بازو کی حرکت سے اس کی مخصوص سختی چھیڑے بغیر کام لیا جا سکتا ہے۔ اس میں انگلیوں کو حروف کے جوڑ ملانے وغیرہ کے قدرتی

رجحان کے اظہار سے باز رکھنے کی قطعاً غیر ضروری کارروائی سے بچا یا جا سکتا ہے اور اسی کے ساتھ بازو انگلیوں کے ساتھ مل کر لمبے حروف بناتا یا کششیں کھینچتا رہتا اور ہاتھ کو مسلسل سطر کے لگواں لگواں آگے بڑھاتا رہتا ہے۔ اس ملی جلی حرکت سے پٹھوں میں اینٹھنی بھی نہیں ہوتی۔ ورنہ انگلیوں کو زیادہ سے زیادہ حرکت دینے سے ہاتھ کے پٹھے اینٹھ جایا کرتے ہیں۔

ہاتھ ڈھیلا چھوڑنے کا اصول اور حرکتِ تحریر۔

یہ اصول جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، ہاتھ کو ڈھیلا چھوڑنے کا اصول ہے۔

تمام مہارت طلب کاموں میں اسی پر عمل ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کی ماہیت کیا ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ یہ حرکتِ تحریر جسم کو کسی حالت میں قائم رکھنے کے دوران پٹھوں کی اینٹھنے کی نفی نہیں ہوتی۔ کوئی کام کیا جائے تو کچھ پٹھے اینٹھتے ہیں جبکہ کچھ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور کچھ جزوی اینٹھن کی مناسب حالت (تناؤ) میں رہتے ہیں۔ ان کی صحیح کارکردگی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ حرکت کرنے والے پٹھے مناسب وقت پر مناسب قوت کے ساتھ اینٹھیں۔ اور اسی وقت مخالف پٹھے ڈھیلے پڑیں۔ گویا پٹھوں کے ڈھیلے پڑنے کی صحیح ترین حالت یہ نہیں کہ وہ بالکل ہی ڈھیلے پڑ جائیں بلکہ ان میں اتنا ہی ڈھیلا پن پیدا ہونا چاہیئے جس سے مشقت کا دباؤ برداشت کرنے والے پٹھوں میں یا جسم کے دیگر پٹھوں میں غیر ضروری تناؤ پیدا نہ ہو۔

خود کاری

لکھائی سیکھنے کے ابتدائی مراحل میں بچے کی توجہ زیرِ تحریر حروف اور اپنی حرکات تحریر پر مرکوز رہتی ہے۔ اس ابتدائی مرحلے میں چونکہ وہ لکھائی کا ڈھنگ سیکھنے میں لگا ہوتا ہے۔ اس لیے جو کچھ لکھ رہا ہوتا ہے اس کے معنے جاننے کی فکر کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن جب مہارت بڑھنے کی وجہ سے لکھائی کے طریقے کی جانب کم سے کم تر توجہ درکار ہونے لگتی ہے تو اسے تحریر کی نوعیت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ سوچ سکنے کی مہلت مل جاتی ہے۔ اسے خود کاری کہتے ہیں۔ اگر کسی بچے کو تحریر کو ایک سلجھے ہوئے طریقۂ اظہار کے طور پر استعمال کرنا ہو تو اسے یہی کرنا چاہیئے۔ جماعتی استاد کو اس بارے میں صرف اتنا کرنا ہوتا ہے کہ اسے سمجھے اور تسلیم کرے۔ تاہم کچھ نکات ذہن میں رکھنے چاہئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ بچہ یہ دونوں باتیں بیک وقت ذہن میں نہیں رکھ سکتا کہ کیا لکھ رہا ہے اور کیونکر لکھ رہا ہے اس لیے ان دونوں پر باری باری زور دینے کے جدا جدا اوقات رکھنے چاہئیں۔ ایک دوسرا نکتہ یہ ہے کہ تحریر کے خود کار بننے کے سلسلے میں دونوں قسم کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ یہ بہت جلد خود کار بھی بن سکتی ہے اور اس کام میں بہت دیر بھی لگ سکتی ہے۔ اگر پہلی صورت ہو تو بجائے اس کے کہ سیکھنے والے کی لکھائی میں اتنے عرصہ تک لچک رہے کہ بڑے بڑے نقائص دور ہو جائیں۔ اس میں نمایاں نقائص پیدا ہو جاتے ہیں

اس کے برعکس اگر تحریر ایک غیر ضروری طویل عرصے تک خود کار نہ بن سکے تو طالب علم پھر مستقل طور پر اپنی لکھائی کو بیچ پوچ سمجھنے لگتا ہے چنانچہ اسے اظہارِ خیال کے ایک آزاد اور آسان طریقے کے طور پر استعمال کرنے کے مستقلاً ناقابل ہو جاتا ہے، جس طرح ، مثال کے طور پر، بول چال سے اظہار خیال کا کام لیتا ہے۔ ان دونوں انتہائی حالتوں سے احتراز لازم ہے

حرکی ضبط

جب کوئی تحریر مذکورہ بالا عمل کے تحت خود کار بن جاتی ہے۔ تو وہ بڑی حد تک وہ حالت اختیار کر لیتی ہے۔ جسے حرکی ضبط' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنے حروف کی شکلوں پر آنکھ کے بجائے ہاتھ اور بازو کی حرکت کے احساسات کے ذریعے اختیار حاصل ہو جاتا ہے اب تحریر پر ایک نظر ڈالنے سے ہی اس کے عام پہلوؤں، مثلاً مقدار یا سطروں، کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ اس فطری نشوونما میں خلل نہیں ڈالنا چاہیئے۔ بلکہ جب کبھی بچے کو غیر معمولی دشواری ہو اور اس کے پٹھے اینٹھ جائیں۔ حرکت کے احساسات پر زور دے کر مشکل آسان کی جا سکتی ہے۔ یعنے ان پر، عارضی طور پر، زیادہ زور دیا جا سکتا ہے۔

صحیح نشست اور حیثیت

کوئی بھی مہارت طلب کام بڑی حد تک آسانی اور صحت کے ساتھ

انجام دیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ کارکن کی نشست صحیح ہو۔ لکھائی میں بھی یہی صورت ہوتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی ناقابلِ تغیر اندازِ نشست لازمی طور پر مقرر کر دینا چاہیئے۔ البتہ اس کا یہ مطلب ضرور ہے کہ یہ معاملہ شاگرد پر چھوڑ دینا۔ جیسا کہ بعض اوقات وہ لوگ کرتے ہیں جو تدریس کے نسبتاً پرانے طریقوں پر سختی سے اعتراض کرتے ہیں۔ خطرے سے خالی نہیں ہو سکتا کہ وہ جس اندازِ نشست کو بہترین سمجھے اختیار کر لے۔

اوّل، لکھنے والے کو میز کے عین مقابل بیٹھنا چاہیئے اور اپنے دونوں بازو اس پر رکھ دینے چاہئیں۔ دوم کاغذ اس کے عین سامنے ہونا چاہیئے۔ اگر وہ (جیسے مسودہ کتابت کرنے میں) عموداً لکھ رہا ہو تو کاغذ کا نچلا سرا میز کی گگر کے متوازی ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ شکستہ خط میں ترچھا لکھ رہا ہو تو کاغذ کے نچلے سرے کو اس کے بازو کے ساتھ قائمہ زاویہ بنانا چاہیئے۔ یعنے دائیں ہاتھ سے لکھنے والوں کے لیے تقریباً تیس درجے بائیں جانب جھکا ہوا ہونا چاہیئے۔ اور بائیں ہاتھ سے لکھنے والوں کے لیے اندازاً تیس درجے دائیں جانب۔

کلائی پٹھے کی گدی کے فراخ ترین حصّے پر ٹکی رہنی چاہیئے۔ اور بائیں سے دائیں جانب اور دائیں سے بائیں جانب بلا روک حرکت کر سکنے کے قابل ہونی چاہیئے۔ تاکہ ہاتھ صفحے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک، نیز کسی طرف بھی، حروف بناتا چلا جائے۔ ہاتھ آخری دو

انگلیوں کے آخری جوڑ پر ٹکا ہونا چاہیئے اور اسے ان انگلیوں پر بآسانی پھسلنا چاہیئے۔ اسے کچھ کچھ دائیں جانب جھکا ہونا چاہیئے۔ لیکن جھکاؤ نصف زاویہ قائمہ سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے تاکہ کلائی پینتالیس سے زیادہ درجے کے زاویے پر نہ ہو۔

قلم انگوٹھے اور ہاتھ کی پہلی دو انگلیوں میں ہلکے سے پکڑنا چاہیئے۔ پہلی انگلی اوپر ہونی چاہیئے۔ اس کے برابر والی انگلی اس کے پہلو میں نوکِ قلم سے پہلی انگلی جتنے فاصلے پر ہونی چاہیئے اور انگوٹھا پہلی انگلی سے کچھ اوپر ہونا چاہیئے۔ انگلیاں قلم کو جس جگہ پکڑیں وہ نوکِ قلم سے ایک انچ اوپر ہونی چاہیئے۔

انفرادی اختلافات کا باہمد گر رابطہ

ہر اس جائزے سے، جس کی کیفیت معلوم کی جا چکی ہے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لکھائی کے ہر پہلو میں وسیع اختلافات ہوتے ہیں۔ یہ چیز لکھائی کے ان پہلوؤں میں بآسانی دیکھی جا سکتی ہے، جن کی آسانی سے پڑتال کی جا سکتی ہے۔ یعنے رفتارِ تحریر، نفاستِ تحریر، اور صفائی تحریر۔ کسی خاص جماعت کے طلبہ کے ان تینوں پہلوؤں سے متعلق نمبروں کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ چند ایک طلبہ تو اس درجے سے دو تین درجے نیچے کے اوسط طلبہ جتنے کمزور ہیں۔ چند دیگر طلبہ نے ان سے اچھی لکھائی لکھی، مگر اپنے درجے کے معیار کی لکھائی نہ لکھ

سکے) مثال کے طور پر پانچویں درجے کے بعض طلبہ کی لکھائی دوسری جماعت کے اوسط قابلیت کے طلبہ جتنی خراب ہوتی ہے۔ لیکن بعض طلبہ اتنا اچھا لکھ لیتے ہیں کہ ان کی تحریر کا مقابلہ آٹھویں درجے کے اوسط قابلیت کے طلبہ کی خوشخطی سے کیا جا سکتا ہے۔

میلانِ طبع کا فرق

مختلف لوگوں کی، مہارت طلب کام سیکھنے اور ان میں درجۂ کمال حاصل کرنے کی رفتاروں میں فرق ہوا کرتا ہے۔ چند ایک تو جلد اور بآسانی اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل کر لیتے ہیں، جبکہ دوسرے لوگ طویل اور تکلیف دہ سعی و کوشش کے بعد بھی معمولی ہی سی مہارت پیدا کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس فرق کی بڑی وجہ پیدائشی ذہانتوں کے فرق میں مضمر ہوتی ہے اور اس نتیجے پر، جو تجرباتِ پر مبنی ہے، اعتراض کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

جماعتی استاد کو یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ ہر جماعت میں، الگ الگ بچوں میں اس قسم کا جو فرق ہوتا ہے۔ اسے کس طرح نبھائے؟ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ باتیں کیا ہیں جنہیں کرنے سے احتراز لازم ہے۔ مثلاً جماعتی استاد کو اس بنا پر کسی بچے کی تعریف یا برائی نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ اوروں کے مقابلے میں بدخط یا خوش خط ہے کیونکہ اس میں اور دوسرے بچوں میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ اس کی فطری افتاد کی وجہ سے ہے۔

معیاروں کا استعمال

خوش خطی میں ہم پلہ بچوں کی الگ جماعتیں بنا دینا عملاً ممکن نہیں اس لیے جماعت کے اندر بچوں میں جو فرق نظر آئے اسے اساتذہ کو اپنی ضروریات اور طریقوں کے مطابق بنانا چاہیئے۔ اس اصول کا اطلاق حصولِ قابلیت کے معیاروں یا پیمانوں پر بھی ہوتا ہے۔ درجاتی معیار اس لحاظ سے تو مفید ہوتے ہیں کہ ان سے یہ معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے کہ آیا فلاں درجہ مجموعی حیثیت میں قابل تعریف یا تسلی بخش کام کر رہا ہے یا نہیں۔ لیکن ہر بچے سے اس معیار پر پورے اترنے کی توقع رکھنا حماقت ہے۔ چند ایک بچے بہتر کارگزاری دکھا دیں گے۔ مگر کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اتنے اچھے نہیں رہیں گے۔ یہ بات اساتذہ کو دیکھنی پڑے گی۔ کہ آیا کوئی خاص بچہ اپنی بساط کے مطابق ترقی کر رہا ہے یا نہیں ؟ اور اگر نہ کر رہا ہو تو یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ یہ خرابی کیسے پیدا ہوئی ہے اور پھر اس کا مناسب تدارک کرنا ہوگا۔ دریں اثناء یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ، عام معیار میں کوئی معتد بہ اضافہ نہ ہونے کی صورت میں بھی بعض خاص پہلوؤں میں ترقی ایک بچے کے لیے اہم ہوتی ہے۔

نقائص کی تشخیص

بچے کو معقول ترقی کے قابل بنانے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اسے اپنی لکھائی کے نقائص دریافت کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے طریقے

بتائے جائیں - اس کا اطلاق لکھائی کے طریقے کے نقائص نیز محرّرہ حروف والفاظ کے نقائص، دونوں پر ہوتا ہے - لکھائی کے طریقے کے نقائص کا تعلق اندازِ نشست، حیثیت اور حرکات سے ہوتا ہے - یہ نقائص بچے کی بہ نسبت جماعتی استاد زیادہ آسانی سے معلوم کر لیتا ہے - تاہم اگر استاد اسے یہ نقائص خود معلوم کرنے میں مدد دے تو بچہ بھی ان کی روک تھام کے لیے آمادہ ہو جائے گا - حیثیت، اندازِ نشست اور حرکات کے آسانی سے معلوم ہو جانے والے پہلوؤں کے علاوہ موزونیت، رفتار، حرکات اور سبک رفتاری اور چابک دستی جیسے باریک پہلو بھی ہوتے ہیں - بچے ان کو آسانی سے نہیں پہچان سکتے - چنانچہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ مثالیں دے دے کر شناخت کرائے جائیں - یہ پہلو کسی حد تک مہارت کا بالواسطہ اظہار بھی ہوتے ہیں - بچے کو صفائی تحریر اور نفاستِ تحریر میں تیزی سے ترقّی کرانے کے لیے حروف، نیز الفاظ، فقرات اور پورے پورے محرّرہ صفحات کی اغلاط کی تشخیص کی جاتی ہے -

بائیں ہاتھ سے لکھنا اور دائیں ہاتھ سے لکھنا -

لکھائی کے معاملے میں، انفرادی فرق کی ایک صورت بائیں ہاتھ سے لکھنے کی عادت بھی ہے - یہ نکتہ اس مسئلہ کے محتاط جائزے سے قبل ہی تسلیم کر لیا گیا کہ تمام طلبہ دائیں ہاتھ سے لکھتے ہیں اور پھر، جن بچوں نے بائیں ہاتھ سے لکھنے پر اصرار کیا، انھیں ان کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا - چونکہ انھوں نے لکھنے کے کاغذ کو اس طرح رکھا - جس طرح دائیں ہاتھ سے

لکھنے والے بچے رکھتے ہیں، اس لیے ان کی لکھائی بھدّی رہی۔ اس صورتِ حال کو اس بات کا ثبوت سمجھ لیا گیا کہ بائیں ہاتھ کا لکھا ہوا اچھا ہو ہی نہیں سکتا۔

جب ماہرینِ نفسیات اور ماہرینِ علمِ ترکیبِ اجسام نے بائیں ہاتھ سے لکھنے کی عادت اور بائیں ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریروں کا جائزہ لیا تو ان میں سے بشیتر اس نتیجے پر پہنچے کہ الٹے ہاتھ سے کام کرنے کی یہ عادت (کھبا پن) کچھ لوگوں میں جن کی تعداد قلیل ہوتی ہے، موروثی اور فطری ہوتی ہے انھوں نے یہ بھی معلوم کیا کہ جس مرکزِ دماغ کے تحت کام کرتے ہوئے ہاتھ کی حرکات سرزد ہوتی ہیں۔ اس میں اور مرکزِ تقریر میں باہمی رابطہ ہے۔ دائیں ہاتھ سے کام کرنے والے لوگوں کا مرکزِ تقریر دماغ کے بائیں حصّے میں ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ ہی دائیں ہاتھ کی حرکات پر قابو رکھنے والا مرکز بھی واقع ہوتا ہے۔ جو لوگ بایاں ہاتھ استعمال کرنے کے عادی ہیں ان کا مرکزِ تقریر دماغ کے دائیں حصّے میں ہوتا ہے۔ اس سے ماہرینِ نفسیات نے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ بائیں ہاتھ کے عادی بچے کو اس ہاتھ کی بجائے دائیں ہاتھ سے لکھنے کی ترغیب دینے سے اس کی گویائی میں خلل واقع ہوگا۔ اور اس نظریے کی تائید میں بعض شفاخانوں کے تجربات پیش کیے ہیں۔

وہ کیجیے
جو فطری
ہو



آسان قسم کے امتحانات سے مدد ملتی ہے

مگر اس بارے میں اہل رائے کے مابین شدید اختلاف پایا جاتا ہے ان میں سے بعض تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ سے کام کرنا ایک اکتسابی امر ہے اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر کوئی فطری ترجیح حاصل نہیں۔ اگرچہ ان کا یہ قول اکثریت کے نظریے کی یقیناً ضد ہے۔ لیکن بہت سے ایسے ماہرین نفسیات بھی جو کسی ایک ہاتھ کے ترجیحی استعمال کو فطری سمجھتے ہیں اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ایک ہاتھ سے لکھتے لکھتے دوسرے ہاتھ سے لکھنا شروع کر دینے سے گویائی یا جذبات کا توازن درہم برہم ہو جاتا ہے۔ وہ تبدیلی کے طریقے اور دباؤ کی مقدار کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

معقول ترین صورت یہ ہے کہ ہم مناسب امتحانات کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ آیا بچہ، دائیں ہاتھ کی بہ نسبت بائیں ہاتھ سے، زیادہ چابک دستی سے کام کر سکتا ہے؟ اگر وہ ایسا نہ کر سکتا ہو

تو پھر اسے دایاں ہاتھ استعمال کرنے کی ترغیب دینی چاہیئے۔ اور اس سلسلے میں اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے، لیکن جبر نہیں کرنا چاہیئے اگر وہ بائیں ہاتھ سے لکھنے کا بہت زیادہ عادی ہو تو اسی سے لکھنے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے اور اس ہاتھ سے زیادہ آرام اور آسانی سے لکھنے کے طریقے بتانے چاہئیں۔

اگر بچے کی روزمرہ کاموں سے متعلق حرکات سے یہ بات پوری طرح آشکارا نہ ہوتی ہو کہ وہ بایاں ہاتھ شدت یا کثرت سے استعمال کرنے کا عادی ہے تو اس کا محتاط امتحان لینا چاہیئے۔ بہتر تو یہی ہوتا ہے کہ اس قسم کے امتحانات کے لیے ان کاموں کا کوئی ماہر خصوصی ہی بلایا جائے لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو جماعتی استاد بھی خاصے صحیح اندازے قائم کر سکتا ہے۔ سب سے پہلے بچے کو بہت سے معمولی قسم کے کام کرنے کو کہا جائے۔ پہلے مرحلے میں کام بتاتے وقت یہ نہ کہا جائے کہ اسے کون سا ہاتھ استعمال کرنا ہے اور پھر دیکھا جائے کہ وہ خود کونسا ہاتھ استعمال کرتا ہے۔ دوسرا مرحلہ یہ ہو کہ بچے سے ایک بار پھر وہی سب کام کرائے جائیں۔ لیکن اب کے یہ بھی کہا جائے کہ ان کاموں کو پہلے ایک ہاتھ سے کرے پھر دوسرے ہاتھ سے۔ اور اب اندازہ لگایا جائے کہ وہ کون سے ہاتھ سے کام کرنے میں زیادہ چابکدستی دکھاتا ہے۔ اس ضمن میں بچے سے جو کام کروائے جا سکتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ گیند پھینکنا، میخ یا کیل ٹھونکنا، پیچ کش استعمال کرنا، بیلچے سے ریت اٹھانا، آری سے

تختہ چیرنا، مستطیل یا چوکور ٹکڑے بکس میں بھرنا۔ پنسل سے زیادہ سے زیادہ پھرتی سے نقطے لگانا، پنسل سے کوئی شکل اتارنا اور قینچی سے کاغذ کترنا۔ آخری کام خاص طور پہ اہم ہوتا ہے کیونکہ قینچی کے کنڈے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلیوں پر ٹھیک آنے کے لیے گھڑے گئے ہوتے ہیں۔ اگر بچے نے اسے بائیں ہاتھ سے استعمال کیا تو اسے اس ٹیڑھی صورت حال پر قابو پانا ہوگا۔ اگر بچے سے بائیں ہاتھ سے لکھوانے کا فیصلہ کیا جائے تو کل اتنی ادل بدل کرنی ہوگی کہ اس سے کاغذ کو بائیں جانب کی بجائے دائیں جانب ترچھا کروا دیا جائے گا۔ اب وہ دائیں ہاتھ سے لکھنے والے بچے کی طرح پوری سطر پر ہاتھ دوڑا سکے گا اور کہنی کو مرکز بنا کر کلائی کو ہر طرح کی حرکت دے سکے گا۔ اس سے وہ اپنی کلائی کو سطر کے اوپر بل دینے اور قلم کو گھسیٹنے یا سطر کے ساتھ ساتھ کوشش کر کے چلانے کی بھونڈی حرکت سے بچ سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کرتا ہے کہ ہر دو چار حروف لکھنے کے بعد انھیں جاذب سے خشک نہ کیا جائے تو ہر طرف سیاہی کے دھبے نظر آنے لگتے ہیں۔ اس طرح لکھتے میں بعض بچوں کو عمودی یا ترچھے حروف لکھنے میں آسانی معلوم ہوتی ہے، جس سے قلم کی نچلی جنبشوں کا رخ دائیں ہاتھ کی لکھائی کی مانند اس کے جسم کی طرف رہتا ہے۔ بچے کو یہ رد و بدل کرنے سے منع کرنے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

حفظانِ صحت کے تقاضے

حفظانِ صحت کی ضروریات کے جائزوں میں تین بڑے بڑے نکات کا سرسری ذکر کیا گیا ہے۔ غلط اندازِ نشست اور اس کی خرابیوں سے پرہیز، آنکھوں پر زور نہ پڑنے دینا، اور لکھائی کو طبیعت پر بار نہ بننے دینا۔ غلط اندازِ نشست کی خرابیوں کا جائزہ خاص طور پر ۱۸۹۰ء یا ۱۸۹۵ء کے ماقبل دور میں لیا گیا، جب لکھنے والے ترچھا لکھا کرتے تھے۔ اور میز سے پہلو لگا کر اس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ ان کا بایاں ہاتھ میز پر نہیں رکھا ہوتا تھا۔ اس حالت میں دایاں شانہ بائیں شانے سے عادتاً اونچا ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ریڑھ کی ہڈی مستقلاً خمیدہ رہتی تھی اسی کے ساتھ پورا جسم آگے کو جھکا ہوتا تھا۔ جس سے اندرونی اعضاء اور پھیپھڑوں پر زور پڑنے کی وجہ سے سانس اور دورانِ خون کے فعل میں خلل پڑتا تھا۔

درسگاہی صحت کے ماہرین نے ان برائیوں کا یہ علاج نکالا کہ مدارس میں بچوں کو عمودی لکھائی کی عادت ڈالی جائے چنانچہ ۱۸۹۰ء میں لکھائی کا یہ نیا صحت مند طریقہ بہت مقبول ہوا لیکن پھر، اس میں حرکتِ تحریر بھدی ہونے کی وجہ سے دقت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ جس سرعت سے اختیار کیا گیا تھا۔ اسی سرعت سے ترک بھی کر دیا گیا۔ اب حفظانِ صحت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اس قسم کی تبدیلیاں کی گئیں جیسی اوپر

مذکور ہوئی ہیں۔

لکھائی کا دیگر مضامین کے تقاضوں اور طریق کار سے ربط

پہلے خوشنویسی یا خوشخطی کو اس قسم کا ایک مہارت طلب فن سمجھا جاتا تھا جس کا اپنے مقصد و مصرف نیز اس موضوع کے مطابق ہونا ضروری نہ ہو جس کا اس کے ذریعے اظہار کیا جا رہا ہو۔ اس نظریے کے مطابق خوش خطی کی مہارت رسمی قسم کی ایسی مسلسل مشقوں سے حاصل کی جا سکتی تھی جنہیں ان کے استعمال کی نوعیت یا غایت سے کوئی تعلق نہ ہو۔

اس کے برعکس نظریہ، جسے اب سے تقریباً پچیس سال قبل مقبولیت حاصل ہوئی، اور جواب ہر جگہ قبول کر لیا گیا ہے، یہ ہے کہ، لکھائی تحریر کے مضمون کی نوعیت اور مقصد سے متاثر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے کسی مناسب منصوبے پر مدرسے میں پڑھائے جانے والے دوسرے مضامین کے ساتھ لکھائی کے تعلق پر خوب اچھی طرح غور کر لینے کی صورت میں ہی عملدرآمد ہو سکتا ہے۔ اس نتیجے کی روشنی میں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ عملی مشقوں میں نصاب کے دیگر حصوں کا مواد بھی شامل ہو۔،

علاوہ ازیں بچہ اوقاتِ مدرسہ میں مجموعی طور پر لکھائی کا جتنا کام کرتا ہے اس کی طرف بھی توجہ کی جائے۔ لکھائی اور مدرسے کی دیگر سرگرمیوں کے درمیان اس دوہرے طریقے سے تعلق پیدا کرنے کو "رابطہ بندی"

کا نام دیا گیا ہے۔ ہر اس طریقے میں، جو جدید تعلیمی نظریات کے مطابق ہو، اس کو احتیاط کے ساتھ شامل کرنا چاہیئے۔

پڑھنا اور ہجّے کرنا

" رابطہ بندی " پر عملدر آمد کے لیے ذیل کی چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔ جن مضامین کا لکھائی سے گہرا تعلق ہے وہ ہیں، مضمون نویسی، پڑھنا، اور ہجے کرنا۔ اصل میں یہ تینوں بھی ایک تسبیح کے تین دانے ہیں۔ ایک واضح تعلق تو لکھائی کی مشقوں کے لیے الفاظ فراہم کرنا یا الفاظ پسند کرنا ہی ہے۔ ابتدائی دو تین درجوں میں یہ تعلق خصوصی اہمیّت رکھتا ہے۔ ان درجوں میں بچہ خوب مشق کیے ہوئے الفاظ کو ان الفاظ کی بہ نسبت بہت بہتر طریقے سے لکھ سکنے کے قابل ہوتا ہے جن کی اتنی مشق نہ کر رکھی ہو۔ اس مرحلے پر، بچہ جن الفاظ کو پڑھ سکنے کے قابل ہوتا ہے ان کی تعداد ان الفاظ سے کافی زیادہ ہوتی ہے جن کے ہجے کر سکتا ہے۔ یا جنہیں لکھ لیتا ہے اس لیے اس کے پڑھے ہوئے الفاظ کے ذخیرے میں سے تحریری مشقوں کے لیے الفاظ چننے کا میدان بہت وسیع ہوتا ہے۔ جب یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے تو لکھائی اور پڑھائی ایک دوسرے کے لیے باعثِ تقویت بن جاتی ہے۔

یہی بات ہجوں پر بھی صادق آتی ہے۔ اب یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ہجے کرانے کا مقصد بچے کو اس قابل بنانا ہوتا ہے کہ وہ صحت کے ساتھ لکھنے لگے، نیز یہ کہ لکھنا، ہجے سیکھنے کا بنیادی ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لیے

بچوں کے لیے چنے گئے، نیز تحریری مشقوں کے الفاظ، زیادہ سے زیادہ کوشش سے ایسے رکھنے چاہئیں جو آپس میں میل کھاتے ہوں۔ اس طرح بہت بہتر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اچھے بچوں کے لیے صاف پڑھی جانے والی لکھائی بھی ضروری ہوتی ہے۔ کیونکہ اِملا کی غلطیاں دراصل لکھائی کی غلطیاں ہؤا کرتی ہیں۔

معاشرتی علوم

معاشرتی علوم میں دوطرفہ رابطہ بندی مستحسن ہوتی ہے۔ لکھائی کے کام کا زیادہ حصہ ان مضامین میں سے لینا چاہیئے جو بچہ مدرسے میں معاشرتی علوم کی مَد میں پڑھتا ہو۔ اس طرح چونکہ وہ اس مضمون کے ان حقائق اور نظریات سے مانوس ہوگا جن کو الفاظ کی شکل میں لکھ رہا ہوگا۔ اس لیے وہ لکھائی کے مسائل پر زیادہ توجّہ دے سکے گا۔ اگر یہ حقائق اور واقعات اس کے لیے نامانوس ہوتے تو لکھائی پر اتنی زیادہ توجہ مرکوز نہ کر سکتا۔

چونکہ معاشرتی علوم میں لکھائی کا کام کافی ہوتا ہے۔ اس لیے لکھائی سے متعلق درمیان میں اٹھ کھڑے ہونے والے مسائل سے بھی عہدہ برآ ہؤا جا سکتا ہے۔ بچہ جس طرح مدرسے کے باقی سب کاموں میں صفائی ستھرائی کا خیال رکھتا ہے۔ اسی طرح اسے لکھائی کے بارے میں بھی جاننا چاہیئے کہ اس میں بھی صفائی تحریر اور ستھرے پن کا ایک معیار قائم رکھنا ضروری ہے۔

اس قسم کا ایک عمدہ معیار قائم رکھنے کے علاوہ طالب علم کو الگ

الگ مضامین کی لکھائی کے طریقوں کے سلسلے میں بعض گر کی باتیں بھی سیکھنی ہوتی ہیں جو زیادہ تر ترتیبی نوعیت کی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر وہ عنوانات، اور اگر ذیلی عنوانات درکار ہوں تو وہ بھی، قائم کرنے کے اصول اور طریقے سیکھتا ہے۔ اگر مضمون خاکے کی شکل میں لکھنے کی ضرورت ہو تو وہ عنوانات اور ذیلی عنوانات کے بارے میں یہ گر سیکھتا ہے کہ انھیں کہاں کہاں قائم کرنا چاہیئے اسی طرح اسے حاشیہ چھوڑنے اور پیرے بنانے کے طریقے بھی سیکھنے ہوتے ہیں، نیز اسے فہرست مضامین کی ترتیب کا انداز بھی آنا چاہیئے۔ لکھائی سے متعلق یہ اور اسی قسم کے دوسرے دستور مضمون کے مطالعے کے دوران یا لکھائی کے گھنٹے میں سیکھے جا سکتے ہیں۔

حساب

حساب میں لکھائی کے خصوصی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ذہن پر لمحہ بھر زور ڈالنے ہی سے کئی ایسی مثالیں یاد آ جائیں گی۔ جن کا تعلق مندرجہ ذیل امور سے ہوتا ہے: ہر ہندسہ صحیح لکھنا (جو ایک فیصلہ کن اہمیت رکھتا ہے۔ جمع یا تفریق کے لیے اعداد کو سیدھے کالموں کی شکل میں ترتیب دینا، علامات اعشاریہ کو ایک سیدھ میں رکھنا، لمبی اور چھوٹی تقسیموں میں اعداد کو ان کے صحیح مقام پر رکھنا اور خطوط یا لکیریں مناسب جگہوں پر ڈالنا۔ حساب پڑھانے والے جماعتی استاد کو تو اس امر کا اطمینان کرنا ہی چاہیئے کہ طلبہ ان باتوں کو سمجھ گئے ہیں۔ لیکن لکھائی کے گھنٹے

میں بھی طلبہ کو ہندسے لکھنے کی عادت ڈالی جا سکتی ہے۔ نیز یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ انھوں نے ہندسے خوش خط لکھے ہیں یا نہیں۔

خوش خطی کے اسالیب

تدریس کے لیے لکھائی کا بہترین اسلوب کون سا ہے؟ یہ سوال آگے چل کر دو بڑے بڑے سوالات پر منقسم ہو جاتا ہے۔ عمودی خط اچھا ہوتا ہے یا ترچھا؟ اور خطاطی کا سیدھا خط اچھا یا شکستہ کی طرح خمیدہ خط؟ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے اس کے سلسلے میں یہ طے پا چکا ہے کہ، اس مضمون کے محققین، نیز نگرانوں، اور درسی کتب کے مصنفین، سب کے نزدیک، لکھائی میں تھوڑا بہت جھکاؤ مقبول ترین اسلوبِ تحریر ہے۔

مگر سیدھے اور شکستہ خطوں میں سے بہتر خط کے انتخاب کے معاملے نظریے اور عمل میں اتنا اتحاد رائے نہیں پایا جاتا بلکہ اہل رائے تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ ان اہل رائے کا ہے جو صرف خط شکستہ استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرا ان کا ہے جو صرف سیدھے کے حق میں ہیں اور تیسرا گروہ پہلے دو یا تین درجوں میں سیدھا خط اور اس کے بعد خط شکستہ استعمال کرانا چاہتا ہے۔ آج کل بڑے بڑے شہروں میں سے تقریباً پچاسی فیصد شہروں میں یہی طریقہ رائج ہے۔

ابتدا میں سیدھا خط استعمال کرنے کے حق میں یہ دلیل دی جاتی

ہے کہ اس کا سیکھنا آسان ہوتا ہے اور اس سے خواندگی اور بچے سیکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے حروف مطبوعہ حروف سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ آسانی سے پہچان لیے جاتے ہیں۔ ان کی شکل ہمیشہ ایک جیسی ہوتی ہے۔ جس میں دوسرے حروف کے ساتھ ملائے جانے سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ان حروف کا سیکھنا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ ان کی پہچان آسان ہوتی ہے اور کچھ اس لیے کہ ایک لفظ لکھنے کے لیے ہاتھ کو جو حرکت کرنی پڑتی ہے وہ بہت سی ایسی مختلف حرکتوں میں منقسم ہوتی ہے جو یکے بعد دیگرے کی جاتی ہیں۔ یہ صورت اس طویل پیچیدہ حرکت کے برعکس ہے جس میں حروف کے جوڑ ملانے کے علاوہ خود ان حروف کی کششیں بھی لگانی پڑتی ہیں۔ اس امر کا مشاہدہ کرا دیا گیا ہے کہ بچہ جب ابتدائی دو درجوں میں سیدھے خط میں لکھتا ہے تو لکھائی کا کام زیادہ مقدار میں کرتا ہے۔ چنانچہ لکھائی کو جلد اظہار خیال کا ذریعہ بنانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

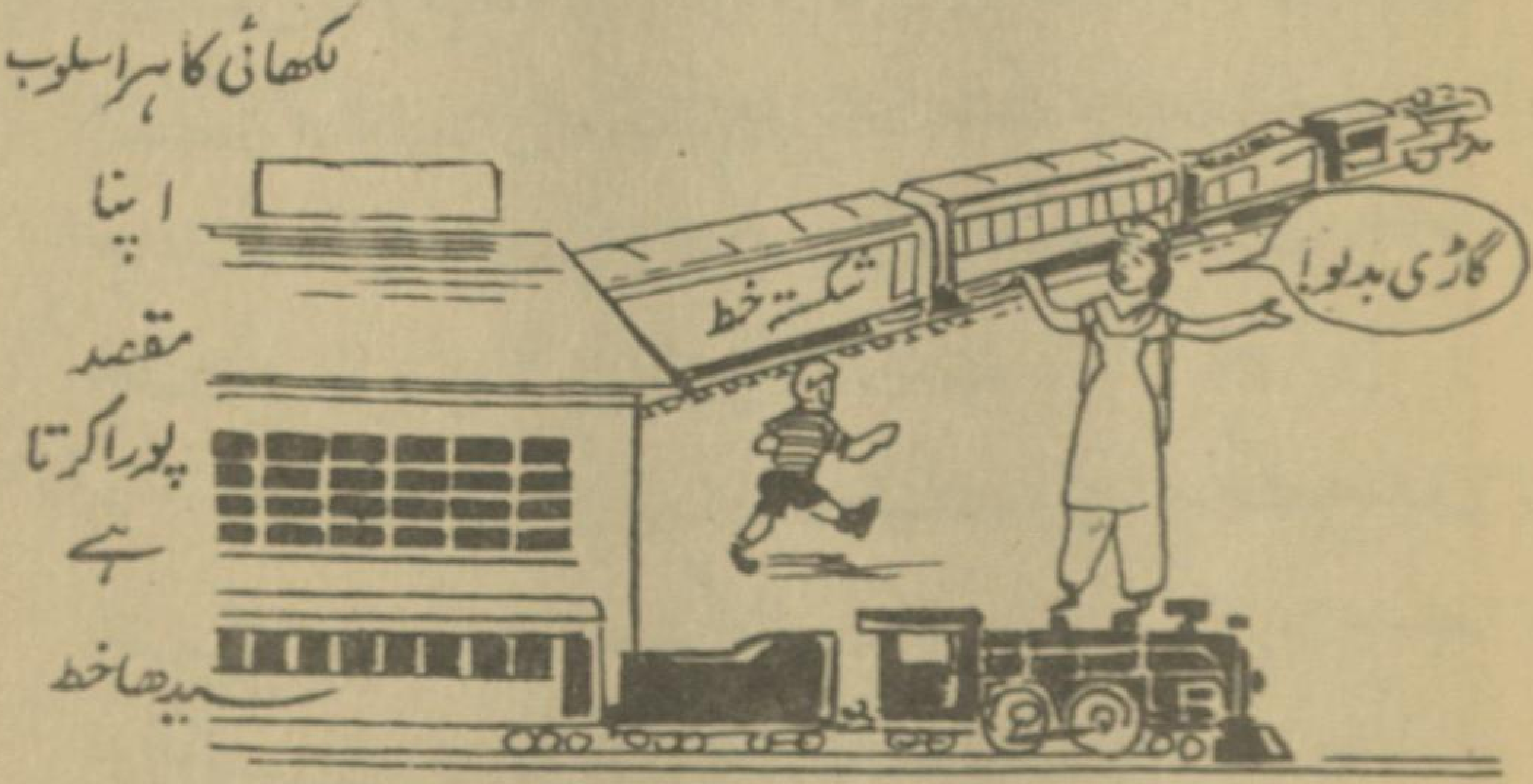
سوال یہ ہے کہ اگر سیدھا خط بآسانی سیکھا جا سکتا ہے تو آخر تک اسی کو کیوں نہ جاری رہنے دیا جائے؟ اس نکتے پر بحث ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ لیکن زیادہ تر شواہد خط شکستہ کے حق میں ہیں ان میں سے ایک کی پشت پر تو تواریخ کی تصدیق بھی ہے۔ شکستہ طرز نوشت نے عہد طباعت سے بھی قبل، کتابیں تیار کرنے کے لیے نہیں بلکہ عارضی نشر و اشاعت اور اندراجات کا کام چلانے کے،

ایک اسلوب کی حیثیت سے فروغ حاصل کر لیا تھا اور اس میدان میں اس کی حکمرانی بلاشرکت غیرے اس وقت تک قائم رہی جب چند افراد نے قدیم مسودوں کے سیدھے خط کے حسن اور اسلوب سے مسحور ہو کر اس کو روزمرّہ کی تحریروں میں استعمال ہونے کے لیے دوبارہ زندہ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک قلم کی جدا جدا جنبشوں کے ذریعے لکھائی کا تعلق ہے۔ یہ سیکھنے میں نسبتاً آسان ہوتی ہے، لیکن اسی طرح جوڑ ملا کر لفظ لکھنا اس حالت میں زیادہ فاضلانہ معلوم ہوتا ہے جب اس طرح لکھنا آگیا ہو۔ اول الذکر قسم کی لکھائی میں حروف کو جدا جدا لکھنے کے لیے زیادہ فاصلے چھوڑے جاتے ہیں اس سے رفتارِ تحریر کم ہو جاتی ہے۔ اگر اس طرز میں شکستہ کی رفتار پر لکھا جائے تو اس کا خاص جوہر نمایاں نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ اس طرز کی لکھائی روشن اور واضح ہوتی ہے۔ چونکہ الفاظ الگ الگ پڑھے جاتے ہیں۔ اس لیے منفرد حروف کے اپنی مکمل ترین ہیئت سے تھوڑا مختلف ہو جانے سے بھی تحریر کے واضح اور روشن ہونے میں ایسا کچھ زیادہ فرق نہیں آتا۔

بعض اوقات یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سیدھا خط چھوڑ کر شکستہ خط اختیار کرنے میں قانون عادت کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اس طرح ایک سخت مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر یہ اعتراض وارد

کرنے والے حضرات تجربے کی بنا پر نہیں بلکہ محض نظری طور پر اعتراض کرتے ہیں۔ محتاط آزمائشوں پر مبنی تجربہ تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایک بچہ دو سال تک سیدھے خط میں لکھائی کرتے رہنے کے بعد تیسرے درجے میں شکستہ لکھنا، پہلے درجے کی بہ نسبت، زیادہ آسانی سے سیکھ سکتا ہے اور بعد کے درجوں میں اس کی لکھائی ان بچوں جتنی اچھی یا ان سے بھی بہتر ہوتی ہے، جنہوں نے پہلے درجے میں خط شکستہ سے لکھائی سیکھنی شروع کی ہوتی ہے۔



اس بارے میں کچھ اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ یہ تبدیلی دوسرے درجے کی دوسری ششماہی میں ہونی چاہیئے یا تیسرے درجے کی پہلی ششماہی میں، اور اس نکتے پر کوئی فیصلہ کن شہادت بھی موجود نہیں ہے۔

عمدہ اسلوب اور اس کا ملکہ

سیدھے خط کے اسلوب کے بارے میں عام اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ خط شکستہ میں بھی، بڑے اور چھوٹے، دونوں قسم کے حروف کی بناوٹ مسلمہ رواجی شکل اختیار کر چکی ہے۔ گزشتہ نصف صدی سے حروف، خاص کر بڑے حروف، کو سادہ بنانے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ عمودی تحریر سے اس رجحان کو تقویت پہنچی۔ شاید بڑے حروف میں مزید سادگی مستحسن ہو شاید چھوٹے حروف کو اور زیادہ آسان بنانے کی تحریک اس قسم کے پچھلے رجحانات کو برقرار رہنے دے جیسے ہر لفظ کے آغاز میں واقع ہونے والی لکیروں کو حذف کرنا۔ ابھی اس سمت میں مزید تبدیلیوں کا بھی امکان ہے۔

پہلی جماعت میں بڑے حروف لکھوانے اور اگلے درجوں میں بتدریج حروف کی جسامت گھٹانے کا رواج آج کل عام ہے اس طرح کمسن بچے کا بوجھ کافی ہلکا ہو جاتا ہے۔

الفاظ کا صاف پڑھا جانا اور حروف کی بناوٹ۔

حروف کی بہتر بناوٹ کی پہلی شرط صفائی تحریر ہوتی ہے۔ اور اس کا انحصار الگ الگ حروف کی بناوٹ پر ہوتا ہے گو کسی ایک حرف کے نامکمل رہ جانے کے باوجود اکثر لفظ پڑھے جا سکنے کی حد تک قابلِ شناخت ہو سکتے ہیں۔ لکھائی سیکھنے کے مشقی دور میں یہ امر

مستحسن ہوگا کہ ہر ایک حرف کو بالقصد اتنا صحیح لکھا جائے کہ وہ اپنے اگلے پچھلے حروف کے بغیر تنہا بھی نظر کے سامنے آئے تو بلا تامل شناخت کر لیا جائے۔ اس کی آزمائش یوں ہو سکتی ہے کہ گتے کا ایک ٹکڑا لے کر اس میں صرف اتنا بڑا سوراخ کیا جائے جس میں سے کوئی حرف آسانی سے نظر آسکتا ہو اور اس گتے کو لکھائی کے اوپر ڈھانک کر حروف کی شناخت کروائی جائے۔

معلوم کیا گیا ہے کہ حروف بگڑ جانے کی تمام صورتوں میں سے بڑی تعداد کی تہ میں چند ایک مخصوص حروف کی بناوٹ میں کی گئی غلطی کام کرتی ہوتی ہے۔ انگریزی زبان میں بعض حروف جو بار بار استعمال ہوتے ہیں۔ بہت سی غلطیوں کا باعث بنتے ہیں۔ یہ حروف

h اور b ، a ، i ، r ، t ، d ، n ، e

ہیں۔ انگریزی کی لکھائی کرتے وقت ان حروف کی بناوٹ پر خاص توجہ دینی چاہیئے۔

صفائی تحریر اور اوقاف

صفائی تحریر کے معاملے میں، حروف کی بناوٹ کے بعد، شاید اہم ترین عنصر اوقاف (یعنے الفاظ کے درمیان جگہ چھوڑنا) ہے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی غلطی اور مضرت رساں غلطی سطروں کے درمیان، اور سطروں میں لفظوں کے درمیان قلیل فصل چھوڑ کر انھیں ایک دوسرے میں مدغم کرنا ہے۔ کسی سطر میں، الفاظ کی زیادتی

کی طرح، الفاظ کے حروف کا پھیلا ہوا ہونا بھی صفائی تحریر کے منافی ہوتا ہے۔ صفائی تحریر کے لیے فاصلوں کے تناسب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ الفاظ کے حروف تو گٹھے ہوئے ہوں۔ لیکن الفاظ کے درمیان کافی فاصلہ چھوڑا جائے اور بین السطور بھی صاف ہو۔ اس طرح الفاظ اور سطریں واضح رہیں گی اور بآسانی پڑھی جا سکیں گی۔

حروف کی جسامت اور دوائر، نیز حروف اور الفاظ کی سطر بندی میں معقول حد تک یکسانیت سے تحریر روشن اور واضح ہی نہیں ہو جاتی بلکہ اس سے اس کے حسن کو بھی چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح قلم کے یکساں انداز اور ہموار طریقے سے جنبش کرنے سے بھی حروف روشن اور خوبصورت بنتے ہیں۔

طرز اور امتیاز

خوش نما لفظ لکھنے کا انحصار سب سے پہلے اس بات پر ہوا کرتا ہے کہ لکھنے والے کے ذہن میں حروف و الفاظ کی مثالی شکل کا ایک واضح تصور موجود ہو۔ بچے کو یہ بھی لازمی طور پر سیکھنا چاہیئے کہ مختلف شکلوں، خاص کر معیاری شکل اور اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی شکل، کا امتیازی فرق کس طرح معلوم کیا جاتا ہے۔ یہ شعور اس حالت میں رفتہ رفتہ پیدا ہوتا ہے۔ جب بچہ حروف کی مشق کرتا ہے اور جماعتی استاد کی نگرانی میں اپنے لکھے ہوئے الفاظ اور معیاری شکل کے الفاظ کا موازنہ کرتا رہے۔ جب اس کے ذہن میں الفاظ کی ہئیت

کا تصور واضح تر ہو جائے گا تو یہ حروف کی بہتر بناوٹ کے معاملے میں اس کے لیے چراغ راہ ثابت ہوگا۔

عمدہ شکل کے حروف بنانے کا انحصار ہم آہنگ اور مربوط، حرکاتِ تحریر کی ترقی پر بھی ہُوا کرتا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث حرکات سے متعلق فصل میں کی گئی ہے۔ چنانچہ یہاں تفصیل میں جانا غیر ضروری ہے۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ عمدہ شکل کے حروف بنانے کے معاملے میں طالب علم کی رفتار ترقی اپنے لکھے ہوئے حروف کے نقائص کا پتہ چلا کر انھیں دور کرنے پر توجہ مرکوز کرنے سے تیز تر ہو جاتی ہے۔ اسے "تشخیصِ نقائص" نیز "مشقِ تدارک" کہتے ہیں۔ اوقاتِ مشق کا بڑا حصہ اس اصلاحی کام پر صرف کر دینا تو عقلمندی نہیں لیکن اس قسم کی مشق میں معقول مقدار وقت صرف کرنے سے بڑے مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بچے کو اگلے مرحلے میں داخل ہو کر، الفاظ اور فقروں میں صحیح شکل کے حروف لکھنے چاہئیں۔ اور اس طرح صحیح قسم کی لکھائی کی عادت پختہ کر لینی چاہیے۔

ترقی کی پیمائش

سوال کیا جا سکتا ہے کہ لکھائی کی ترقی کی پیمائش کریں ہی کیوں؟ جواب یہ ہے کہ اس قسم کی پیمائش سے بچے اور جماعتی استاد۔ اور مہتمم مدرسہ تینوں

کو فائدہ ہوتا ہے۔ اس سے بچے کو اپنی پچھلی لکھائی، دوسرے طلبہ کی لکھائی اور مثالی معیار خوشخطی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی لکھائی کی موجودہ حالت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ استاد اگر اندازے سے صحیح معنوں سے کام لے تو یہ بچے میں خوشخطی کی مہارت بڑھانے کی تحریک میں ممد بن سکتا ہے۔

جماعتی استاد، صدر مدرس، نگراں اور مہتمم درسگاہ پیمائش ترقی کی غرض سے لیے گئے امتحانات کے نتائج سے یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا جماعت، مدرسہ یا شہر کے نتائج دوسری جماعتوں مدرسوں یا شہروں جتنے اچھے ہیں یا نہیں۔ اور اگر نہ ہوں تو وہ بنیادی نقص یا سبب معلوم کر کے اس کا تدارک کر سکتے ہیں۔ خوشخطی کے جو پہلو سب سے زیادہ اہم ہیں اور جن کی معقول صحت کے ساتھ پیمائش کی جا سکتی ہے۔ وہ رفتارِ تحریر اور نفاستِ تحریر ہیں۔ رفتار کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ بچوں کو کوئی ایسی چیز لکھنے کے لیے دو منٹ کا وقت دیا جائے جو انھوں نے یاد کر رکھی ہو۔ پھر ہر بچے نے ایک منٹ میں جتنے حروف لکھے ہوں، ان کی تعداد گن لی جائے۔ بچوں کو یہ ہدایت ہونی چاہیئے کہ جب تک رکنے کا حکم نہ ملے اپنے معمول کے مطابق جلد جلد اور صاف صاف لکھتے چلے جائیں۔

نفاستِ تحریر کی پیمائش مجموعی طور پر کی جا سکتی ہے یا تحریر کو اس کے عناصر میں تقسیم کر کے۔ اگر مجموعی حیثیت سے اندازہ لگایا جائے تو صفائی تحریر ہی پر اہم ترین پہلو کی حیثیت سے زور دینا چاہیئے گو فیصلہ کرتے وقت حسن تحریر بھی اس پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔ جب

نفاستِ تحریر کو اس کے عناصر میں تقسیم کیا جاتا ہے تو ان میں سے حروف کی صحیح بناوٹ الفاظ کے درمیانی فاصلوں کے صحیح تناسب، سطر بندی، یکسانیتِ جسامت و دوائر اور مراکز کو اہم ترین عنصر کے طور پر لیا جاتا ہے۔

عام نفاستِ تحریر کی پیمائش کے پیمانے کے ھتی ہوئی عام قابلیت کے ان نمونوں کے ایک سلسلے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جنہیں مساوی مرحلوں کے ایسے پیمانے کے مطابق ترتیب دیا گیا ہوتا ہے۔ جس پر کسی مخصوص نمونے کا موازنہ کیا جا سکتا ہو۔ ایسا ایک پیمانہ، جو سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ آئرز اسکیل ہے۔ تجزیے کے پیمانے دو قسم کے ہیں ایک وہ جن سے ہر عنصر کی پیمائش بذریعہ اعداد شماری کی جاتی ہے جیسے فری مین اسکیل۔ دوسرے وہ جن سے عناصر کا اندازہ کیا جاتا ہے اور اندازے نمبروں کے کارڈ پر درج کر لیا جاتا ہے، جیسے سی ٹی گرے کا پیمانہ۔ اگر شائع شدہ پیمانے دستیاب نہ ہوں تو استاد بچوں کی لکھائی کے نمونے حاصل کر کے انھیں قابلیت کے اندازے کے مطابق، ترتیب دے سکتا ہے۔ اس پیمانے کو ترقی کے پیمانے کے طور پر استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اصلاح کے لیے ایک ذریعۂ ترغیب بھی بنایا جا سکتا ہے۔

جماعتی اساتذہ اور نگرانوں کی تیاری و تربیت

شواہد سے پایا گیا ہے کہ آجکل مدارس میں خوشخطی کا معیار ایک دو نسل پہلے کے معیار سے پست ہے۔ بچوں کی لکھائی کے مشاہدے سے اس انکشاف، کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر یہ درست ہے تو اس کی تفصیل کے دو پہلو ہوں گے۔ پہلا یہ غلط خیال، جو عام ہے، کہ چونکہ خوشخطی، خواندگی، حساب اور دیگر مضامین جتنی اہم نہیں اس لیے اس پر زیادہ توجہ نہیں دینی چاہیئے۔ دوسرا اساتذۂ جماعت کا خوشخطی سکھانے کے لیے کافی تیاری نہ کرنا۔ مدارس کے نظام اوقات میں خوشخطی کے لیے جتنا وقت رکھا جاتا ہے وہ تو کم نہیں ہوتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس وقت کو موثر طور پر استعمال نہیں کیا جاتا۔

ہمارے تدریسی مدارس ترقی کر کے معلموں کے کالج بلکہ ریاستی کالج بن گئے ہیں۔ چنانچہ جماعتی اساتذہ کی تیاری یا تربیت کے لیے میدان وسیع تر ہو گیا ہے اور فنِ تدریس کی تربیت کی بجائے عام تعلیم اور پیشہ ورانہ تعلیم پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔ یہ تبدیلی صحت مندانہ ہے جس کی ستائش کرنی چاہیئے۔ لیکن —— یہ اہم نکتہ ہے —— ایسا کرنا ضروری نہیں اور اس بناء پر کہ عمومی اور پیشہ ورانہ تعلیم پر زور دیا جا رہا ہے، تدریس کے فنی اصولوں کو پس پشت ڈال دینا ایک بڑی غلطی کا ارتکاب ہے۔ ابتدائی مدارس کے اساتذہ کی مدتِ تربیت

میں دو اور تین سال کی توسیع کر دی گئی ہے۔ اس سے دونوں قسم کی تعلیم کے لیے وافر موقع نکل آئے گا۔ ہمیں زبردستی ہی یقین دلایا جا رہا ہے کہ فنی تربیت سے غفلت کی وجہ یہ ہے کہ خود مدارس اساتذہ کے متعلقہ شعبے اس قسم کی تربیت کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے، اور ان میں اس قسم کی تربیت دینے کی اہلیت بھی نہیں ہے۔

موجودہ نظام میں ایک اور کمزوری یہ ہے کہ نگراں حضرات کو خوش خطی کے مسائل سے خوش اسلوبی سے عہدہ برآ ہونے کی پوری تربیت حاصل نہیں ہے۔ خوش خطی کے خصوصی نگراں زیادہ تر غائب ہو چکے ہیں اور یہ اچھا ہی ہوا ہے۔ یہ نگراں اکثر و بیشتر محدود تربیت یافتہ تھے اور اپنے تعلیمی فلسفے کی وجہ سے باقی اساتذۂ درسگاہ سے خصوصاً اور جدید ماہرینِ تعلیم سے عموماً ہم آہنگ نہ ہوتے تھے۔ لیکن عام نگراں حضرات، جنہوں نے ان کی جگہ لی۔ اکثر خوش خطی کی طرف سے غفلت برتتے رہے۔ انہوں نے کیا دورانِ تربیت اور کیا دورانِ نگرانی ۔ دونوں حالتوں میں ان امور کو اہمیت دی جنہیں وہ زیادہ اہم سمجھتے تھے اور خوش خطی کو نظر انداز کر دیا۔ یہ غلط صورتِ حال بھی، جماعتی اساتذہ کی تربیت کی طرح ۔ اصلاح طلب ہے۔

عام لوگ ان معاملات کے بارے میں بیدار رویہ اختیار کر رہے ہیں۔ جنہیں سرکاری مدارس کی ناکامی سمجھا جاتا ہے ۔ وہ

دلچسپ ہوں کے قابل فہم کارناموں کے جائزے کو ناقابل فہم کارناموں کے جائزے کی بہ نسبت آسان پاتے ہیں، خاص طور سے اس لیے بھی کہ وہ اپنے تجربات زندگی ناقابلِ فہم نتائج سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ان ناقابلِ فہم نتائج کی قدر و قیمت گھٹا کر غلطی کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات ان مدارس پر نکتہ چینی کا کہ یہ قابل فہم کارنامے دکھانے میں ناکام رہے جواب نہیں ہو سکتی کہ ناقابل فہم کارناموں کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔

"تمھیں یہ کام سرانجام دینا چاہیئے تھا اور دوسرے کو ناتمام نہیں چھوڑنا چاہیئے تھا" ہم دونوں کام انجام دے سکتے ہیں اور جتنے جلد ان میں مصروف ہو جائیں اتنا ہی بہتر ہو گا۔"

تعمیرِ کردار اور تربیتِ اخلاق

کے لیے

حضرت ابراہیم خلیل اللہ	۱/-	سعدی شیرازیؒ	۱/۵۰
حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ	۱/۷۵	قائداعظم محمد علی جناح	۱/۷۵
حضرت عیسیٰؑ ابن مریم	۱/۵۰	نپولین اعظم	۲/-
حضرت یوسفؑ	۱/-	خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ	۲/-
سرور کائناتؐ	۲/۵۰	مولانا رومؒ	۲/-
حضرت عمر فاروقؓ	۲/۷۵	غوث پاکؒ	۱/۷۵
حضرت عثمان غنیؓ	۲/-	فریدالدین شکر گنج	۲/۱۲
حضرت خالدؓ	۲/-	حضرت گنج بخش	۱/۷۵
حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	۱/۷۵	خواجہ اجمیری	۲/۲۵
حضرت عائشہ صدیقہؓ	۱/۵۰	محمود غزنوی	۱/۷۵
حضرت فاطمہ زہراؓ	۲/۱۲	ظہیرالدین بابر	۲/۱۲
صلاح الدین ایوبی	۰/۲۸	ہمایوں	۲/-
اکبر	۱/۷۵	شیر شاہ افغان	۲/۲۵
جہانگیر	۲/-	حالی	۱/۷۵
شاہجہان	۱/۷۵	کمال پاشا	۱/۷۵
اورنگ زیب	۱/۷۵	سید احمد شہیدؒ	۱/۵۰
بہادر شاہ ظفر	۲/-	غالب	۱/۷۵
شیر میسور	۲/۲۵	سرسید	۱/۵۰
مولانا محمد علی جوہر	۱/۷۵	اقبال	۱/۷۵
		سیرت و کردار	۱/۷۵
		شیر اسلام	۱/۷۵
		ابراہام لنکن	۱/۷۵

بچّوں کے ناول

ایک مکان دو دیواریں	کمال احمد رضوی	قیمت	٩۴ پیسے
عقاب	لطیف فاروقی	〃	٧۵ 〃
یہ غازی	سیّد نظر زیدی	〃	٧۵ 〃
جاسوس	ابوالحسن نغمی	〃	١/١٢ روپیہ
بھرے جنگل میں	کمال احمد رضوی	〃	١/۵٠ 〃
ہمت کرے انسان	سید نظر زیدی	〃	-/٨۵ 〃
پانی کا شہر		〃	-/٨٠ 〃
جانِ عالم	ابوالحسن نغمی	〃	-/٨٧ 〃
برف کا ستارہ	انجم کمال	〃	-/٩٧ 〃
ایک بادشاہ ایک درویش	لطیف فاروقی	〃	-/٦٧ 〃
پہلا مجاہد	سید نظر زیدی	〃	١/٢۵ 〃
مسلمان	عشرت رحمانی	〃	-/٩٧ 〃
ایمان کی تلوار	لطیف فاروقی	〃	-/٧٦ 〃
چاند تارا	〃	〃	١/٣ 〃
شاد آباد	عشرت رحمانی	〃	-/٦۴ 〃
گولر کا پھول	شوکت تھانوی	〃	١/- 〃
ایک ننھا لڑکا	الطاف فاطمہ ایم اے	〃	١/١٩ 〃
انوکھی دنیا	میاں لطیف الرحمٰن	〃	-/٦٢ 〃
میرے ہمسائے	بشارت انور	〃	-/٦٢ 〃

بچوں کے لیے

دلچسپ اور مفید سائنسی معلومات کی کتابوں کا سلسلہ

(یہ سب کتابیں خوبصورت تصاویر سے مزین ہیں)

آنکھوں سے کام لیجیے	ترجمہ	محمد سعید	۱/۵۰
آواز کی کہانی	"	مسعود احمد خان	۱/۲۵
بچوں کیلیے سائنسی تحقیق کی نئی راہیں	"	محمد فاروق	۲/۵۰
تمہارا جسم کیونکر کام کرتا ہے	"	خلیق ابراہیم خلیق	۴/۵۰
ریڈیو اور ٹیلی ویژن	"	سید ذوالفقار علی بخاری	۴/۵۰
حیوانی زندگی کا ماضی و حال	"	ڈاکٹر نذیر احمد	۵/۰
دنیا پر پہلی نظر		سیدہ نسیم ہمدانی	۱/۵۰
زمین کی سرگزشت	"	سید علی ناصر زیدی	۴/۰
سائنس باتوں میں	"	"	۴/۰
سائنس کے نئے افق	"	"	۵/۰
ستاروں کی دنیا	"	"	۵/۰
سائنس کی حیرت انگیز باتیں	"	"	۲/۵۰
عجائبات کیمیا	"	محمد فاروق	۴/۵۰
سمندروں کی دنیا	"	ڈاکٹر نذیر احمد	۴/۵۰
کیمیا کے رومان	"	پروفیسر حمید عسکری	۵/۰
موسم کی کہانی	"	بشیر احمد ساجد	۴/۵۰
مشہور مہمات سائنس	"	محمد فاروق	۴/۵۰
میرے اندر کیا ہے	"	مولانا غلام رسول مہر	۱/۵۰

بنیادی سائنس کا سلسلہ

(بہترین آفسٹ طباعت رنگا رنگ تصاویر)

(مطبوعہ ایران)

انسانی مشین	ترجمہ	مولانا صلاح الدین احمد	1/50
آواز	"	"	1/50
پرندے	"	"	1/50
پھول پھل اور بیج	"	"	1/50
چاند	"	"	1/50
حرارت	"	"	1/50
روشنی	"	"	1/50
زندہ اشیاء	"	"	1/50
ستاروں سے آگے	"	"	1/50
کششِ ثقل	"	"	1/50
کیڑوں کی سماجی زندگی	"	"	1/50
مٹی	"	"	1/50
مشینیں	"	"	1/50
مقناطیس	"	"	1/50
موسم	"	"	1/50

فنّی معلومات

(ذیل کی کتابیں بھی رنگین تصویروں سے مزیّن ہیں)

بجلی کی پہلی کتاب	ترجمہ	سید علی ناصر زیدی	۲/۵۰
ٹیلی فون کیسے کام کرتا ہے	"	خلیق ابراہیم خلیق	۱/۲۵
خلاء میں سفر کی پہلی کتاب	"	مولانا غلام رسول مہر	۲/۵۰
طیاروں کی پہلی کتاب	"	"	۲/۵۰
موٹروں کی پہلی کتاب	"	"	۲/۵۰

تاریخ

تاریخ بھی مزے کی چیز ہے (تصویردار)	ترجمہ	مولانا عبدالمجید سالک	۱/۵۰
سو تاریخی واقعات	" ترجمہ و ترتیب "	غلام رسول مہر	۷/-

سوانح

سو بڑے آدمی (تصویردار)	ترجمہ و ترتیب	مولانا عبدالمجید سالک	۵/-
غریب لڑکے جو نامور ہوئے (مصوّر سرورق) "	"		۴/-
لڑکیاں جو نامور ہوئیں -	ترجمہ	اختر عزیز احمد	۵/-
	ترتیب	مولانا عبدالمجید سالک	
مشہور موجد اور ان کی ایجادیں	ترجمہ	ابوالحسن نغمی	۲/۷۵

ہماری دیگر مطبوعات

(والدین اور اساتذہ کی رہنما مصور کتابیں)

(یہ سب کتابیں تصویر دار ہیں)

آپ کے بچے کی وراثت	ترجمہ	شاہد احمد دہلوی	1/-
بچوں کی بدتمیزیاں	"	"	1/-
بچوں کے کھیل	"	"	1/50
بچے کی اخلاقی قدریں	"	"	1/50
کامیاب باپ	"	"	1/50
معاشرتی زندگی میں بچوں کی رہنمائی	"	"	1/50

صحت اور طب

بچہ اور اس کی دیکھ بھال تصویر دار	ترجمہ	ڈاکٹر محمد عبدالقوی لقمان	6/50
آپ کے بچے کی صحت	"	شاہد احمد دہلوی	1/62
بیماری کے جذباتی اور نفسیاتی پہلو	"	سید وقار عظیم	1/62
اتفاقات جو عظیم طبی کارنامے بن گئے	"	ڈاکٹر محمد عبدالقوی لقمان	5/-

سیاست

اقوام متحدہ	ترجمہ	فضل حق قریشی	4/-
امریکہ کا سیاسی نظام	"	مولانا صلاح الدین احمد	2/50

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن پوسٹ بکس ۳۶۹ لاہور

مذہب و اسلامیات

خدا ہمارے ساتھ ہے	ترجمہ	مولانا صلاح الدین احمد	۱/۲۵
خدا موجود ہے	"	پروفیسر عبدالحمید صدیقی	۲/۵۰
اسلام اور قانون جنگ و صلح	"	مولانا غلام رسول مہر	۹/۰

تعلیم و تعلّم

آزاد تعلیم اور جمہوری نصب العین	ترجمہ	سید وقار عظیم	۳/۰
بچے کی تعلیم میں گھر اور مدرسے کا تعاون	"	فضل محمد خاں	۸/۰
تعلیم کے مقاصد	"	ڈاکٹر سید محمد عبداللہ	۵/۵۰
مدرسے کی زندگی میں بچے کی رہنمائی	"	سید وقار عظیم	۱/۶۲
والدین اور معلّمین	"	شاہد احمد دہلوی	۱/۵۰

انسانیات

مستقبل کا انسان	ترجمہ	سید قاسم محمود	۶/۰
ثقافت کا مسئلہ	"	"	۱/۰
قدیم تہذیب اور جدید انسان	"	"	۲/۵۰
قدیم علوم اور جدید تہذیب	"	سید ہاشمی فرید آبادی	۱/۰

تاریخ

انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم جلد اول تاریخ اسلام	ترجمہ	مولانا غلام رسول مہر	۱۲/۰

النسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم - جلد دوم	ترجمہ	مولانا غلام رسول مہر	١٢/٠
جلد سوم	〃	〃	١٤/٠
تاتاریوں کی یلغار	〃	عزیز احمد	١٢/٠
صلیبی جنگیں	〃	سید رئیس احمد جعفری	٥/٠
عرب دنیا	〃	ڈاکٹر محمود حسین	١٢/٠
کتابیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی	〃	غلام رسول مہر	٦/٠

سوانح

ایڈیسن	ترجمہ	محمد سعید	٣/٥٠
چند عظیم علمائے جراثیم	〃	عبدالمجید قریشی	١٠/٠
سقراط	〃	آنسہ صبیحہ حسن	٢/٥٠
غازیان تہذیب	〃	سید ہاشمی فرید آبادی	٥/٠
سلطان صلاح الدین ایوبی	〃	پروفیسر محمد یوسف عباسی	١٧/٥٠
نور محل	〃	شبلی ایم کام و حبیب اشعر دہلوی	٧/٥٠

معاشیات

آبادی کا مسئلہ	ترجمہ	شبلی ایم کام	١/٥٠
خوراک کا مسئلہ	〃	〃	١/٥٠
عظماء کے معاشی نظریات	〃	ڈاکٹر ایس ایم اختر	٦/٠

فلسفہ

داستانِ فلسفہ	ترجمہ	سید عابد علی عابد	١٦/٠

ناقابل تسخیر ذہن انسانی	ترجمہ	محمد صفدر میر	۲/۵۰
فلسفے کی نئی تشکیل	"	انتظار حسین	۲/۰

فنونِ لطیفہ

شاہکار تصاویر	ترجمہ و ترتیب	سید امتیاز علی تاج	۷/۵۰

جغرافیہ اور سیاحت

عرب اور اہل عرب	ترجمہ	مولانا غلام رسول مہر	۶/۰
نیویارک سے پیرس تک پہلی پرواز	"	گروپ کیپٹن فیاض محمود	۳/۵۰
یہ ہے شمالی افریقہ	"	سید عابد علی عابد	۲/۵۰

ناول ۔ افسانے ۔ ڈرامے

انجان راہی	ترجمہ	شان الحق حقّی	۳/۵۰
بادبان	"	سید قاسم محمود	۶/۰
بشر ہے کیا کہیے	"	سید عابد علی عابد	۶/۵۰
پہلا خون	"	غلام حسین	۲/۵۰
چنگیز خان کے سنہرے شاہین	"	اشفاق احمد	۶/۰
دھوپ چھاؤں	"	ولی اشرف صبوحی	۷/۰
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے	"	سید رئیس احمد جعفری	۳/۵۰
شہر پناہ	"	ابن انشا	۳/۵۰
گھاس کا سمندر	"	سید قاسم محمود	۱/۵۰
قیامت کی رات	"	سید عابد علی عابد	۷/۰
مغرور	"	سید رئیس احمد جعفری	۴/۰

ننھی بی بیاں	ترجمہ	حجاب امتیاز علی	۵/۵۰
نئے پرانے	〃	محمد یوسف عباسی	۴/۰
ہمیں چراغ ہمیں پروانے	〃	قرۃ العین حیدر	۱۰/-
ویران ہے دل	〃	قلیسی رامپوری	۶/۰
اندھا کنواں	〃	ابنِ انشا	۷/۵۰
انوکھی کہانیاں	〃	شاہد احمد دہلوی	۵/-
بڑا ریچھ	〃	ولی اشرف صبوحی	۳/۵۰
پاپ کی نگری	〃	سیدہ نسیم ہمدانی	۶/-
حیرت ناک کہانیاں	〃	شاہد احمد دہلوی	۴/-
قصص الحمرا	〃	سید وقار عظیم	۷/۵۰
خزانے کی تلاش	〃	شبلی ایم کام	۲/۵۰
سورج کے ساتھ ساتھ	〃	عشرت رحمانی	۶/۵۰
لاکھوں کا شہر	〃	ابنِ انشا	۳/۵۰
ایک حمام میں	〃	عشرت رحمانی	۲/۰
پھول کی پتی، ہیرے کا جگر	〃	ہلال احمد زبیری	۶/۰

نئی کتابیں

آدمی کی انسانیت	ترجمہ	مولانا محمد بخش مسلم	۷/۵۰
فلسفے کا نیا آہنگ	〃	بشیر احمد ڈار	۲/۵۰
کائنات اور ڈاکٹر آئن شٹائن	〃	میجر آفتاب حسن	۱/۷۵
مشرق و مغرب کو ملنا ہی پڑے گا	〃	سید ہاشمی فریدآبادی	۱/۷۵
کیا سائنس ہمیں بچا سکتی ہے	〃	پروفیسر عبدالواحد	۱/۷۵

مؤسسہ مطبوعات فرینکلن پوسٹ بکس ۳۶۹ لاہور

اساتذہ کے لیے تحقیق کی روشنی

مدارس اپنے نصاب تعلیم کے مقاصد اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہیں کہ اساتذہ تدریسی فرائض انجام دینے کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔ یہ تیاری اسی صورت میں ممکن ہے کہ اساتذہ کے تدریسی پروگرام جدید ترین تدریسی تحقیق کے مطابق ہوں۔ تعلیمی تحقیق کا یہ سلسلہ اسی اصول کے پیش نظر ترتیب دیا گیا ہے:

کتاب	مصنف	مترجم
۱۔ خداداد ذہانت رکھنے والے بچے اور ان کی ابتدائی تعلیم	جیمز جے۔ گیلاگر	محمد ظہور الحق فاروقی
۲۔ زیر نگرانی مطالعہ اور گھر کا کام	روتھ سٹرینگ	سید سجاد ناظم زیدی
۳۔ معاشرتی علوم کی تدریس	جوناتھن سی میکلینڈن	انعام علی قریشی
۴۔ نوعمروں کی جرم پسندی	ولیم سی کوارے سیئس	ملکہ رضوی
۵۔ خوشخطی کی تدریس	فرینک ای۔ فری مین	محمد ظہور الحق فاروقی
۶۔ سمعی بصری آموزش	پال آر۔ وینٹ	ملکہ رضوی
۷۔ کنڈرگارٹن کی تعلیم	الزابتھ ایم۔ فلر	ملکہ رضوی
۸۔ بچے کی شخصیت اور اس کی ماحول سے مطابقت	رالف ایچ۔ اوجیمان	سید نذر محمد بخاری
۹۔ تعلیم حاصل کرنے کا عمل	ولیم کلارک ٹرو	گل محمد جسکانی
۱۰۔ سائنس کی تدریس ثانوی مدارس میں	جے۔ ڈاریل برنارڈ	انعام علی قریشی
۱۱۔ حساب کی تدریس	آر۔ ایل۔ مارٹن	گل محمد جسکانی
۱۲۔ ہائی سکول میں تدریس ریاضی	ہاورڈ ایف۔ فیر	ممتاز علی جعفری
۱۳۔ ابتدائی اور ثانوی مدارس میں گروہی کارروائیاں	لوئی ایم۔ سمتھ	محمد ظہور الحق فاروقی
۱۴۔ تدریس کے لیے جماعتی تنظیم	جے وین رائٹ سٹون	سید نذر محمد بخاری
۱۵۔ ہجوں کی تدریس	ارنسٹ ہارن	سید سجاد ناظم زیدی
۱۶۔ پڑھنا کیسے سکھایا جائے	آرتھر گیٹس	سید نذر محمد بخاری
۱۷۔ اجتماعی تعلقات	جین ڈی۔ گریمبز	ملکہ رضوی
۱۸۔ مضمون نویسی کی تدریس	ایلوینا۔ ٹی۔ بروز	محمد ظہور الحق فاروقی
۱۹۔ فوقانی مدرسے میں خواندگی	لیو۔ سی۔ فے	سید نذر محمد بخاری
ابتدائی مدارس میں سائنس	جیرالڈ ایس۔ کریگ	ڈبلیو۔ ایم۔ فکی
۲۱۔ والدین اور اساتذہ میں رابطہ	اورنگ ڈبلیو۔ سٹاؤٹ } گریس لینگڈن }	[illegible]
۲۲۔ طلبا کی ترقی کا جائزہ اور اس کا کیفیت نامہ	جان ڈبلیو۔ ایم۔ روتھنی	[illegible]

باتصویر، طباعت آفسٹ، کاغذ عمدہ۔ ہر کتاب کی قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ پبلشرز

لاہور ـــــ پشاور ـــــ حیدرآباد ـــــ کراچی